ولایت مطلقہ فقیہ
آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی نظریات میں

گروہ مولفین: اکبر اشرفی[1] و قدسی علیزادہ سیلاب[2]
مترجم: مولانا سید فصاحت حسین

خاکہ

ولایت فقیہ، شیعہ فقہ سیاسی کے اہم موضوعات میں سے ہے۔ ایران میں انقلاب اسلامی کی کامیابی کی کے بعد اس نظریہ کا شمار اسلامی نظام کی اصلی بنیادوں میں ہوتا ہے جس کی بیحد اہمیت ہے۔ یہ گفتگو در حقیقت حکومت اور معاشرے کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لینے والے فقیہ کے اختیارات کے متعلق ہے۔ اس نظریہ کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ اس نظریہ کے سخت مخالف افراد بھی موجود ہیں۔ وہ ولایت فقیہ کے دائرہ اختیارات کے تعلق سے شکوک و شبہات بیان کرکے اس کی غیر منطقی اور آمرانہ صورت پیش کرتے ہیں۔ ولایت مطلقہ فقیہ اور ولی فقیہ کے دائرہ اختیارات کے متعلق جمہوری اسلامی کے نظام میں ولی فقیہ کے عنوان سے رہبریت کے منصب پر فائز آیت اللہ خامنہ ای کے نظریات جاننا بہت اہم ہے۔ اس لئے پیش نظر مقالہ میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی افکار و نظریات میں ولایت مطلقہ فقیہ کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے تجزیاتی فن تحقیق کا طریقہ کار اپنایا گیا ہے۔

۱۔ اسسٹنٹ پروفیسر، سیاسیات ڈپارٹمنٹ، آزاد یونیورسٹی، تہران (اصلی مصنف)
Email: akbarshrafi552@gmail.com
۲۔ سیاسیات میں پی ایچ ڈی کے طالب علم
Email: gh.alizadeh88@yahoo.com

مقدمہ

امام خمینی (رہ) نے ایران میں انقلاب اسلامی اور اسلامی جمہوریہ کا نظام نافذ ہو جانے کے بعد نظریہ ولایت فقیہ کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی۔ ولایت فقیہ کے قائل فقہاء جیسے محقق کرکی، نراقی اور صاحب جواہر فقیہ کی ولایت مطلقہ کے قائل ہیں اور اسے ولایت عامہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لئے ولایت عامہ اور ولایت مطلقہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور ولایت مطلقہ کا تصور امام خمینی (رہ) سے پہلے بھی موجود تھا۔[۱] بعض صاحب نظر افراد نے بعض دوسرے فقہاء کی تحریروں میں ولایت مطلقہ یا عامہ جیسے الفاظ کے استعمال سے یہ نتیجہ لیا ہے کہ وہ بھی ولایت مطلقہ کے قائل تھے۔ چنانچہ محمد ہادی معرفت شیخ انصاری کے نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیخ انصاری اور آیت اللہ خوئی ولایت مطلقہ کے قائل تھے۔[۲]

بظاہر نراقی اور صاحب جواہر جیسے فقہا کا نظریہ ولایت عامہ یا مطلقہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے لیکن امام خمینی (رہ) کے نظریہ میں غور و فکر کرکے یہ نتیجہ لیا جاسکتا ہے کہ گذشتہ فقہاء کے بیان میں "عامہ" کا لفظ، امام خمینی (رہ) کے نظریہ ولایت مختلف سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ مذکورہ فقہاء کی تحریروں سے احکام اولیہ اور ثانویہ سے بالاتر ولایت کا نتیجہ نہیں لیا جاسکتا ہے۔ ولایت مطلقہ کی گفتگو کرنے والے فقہاء کی اس لفظ سے مراد ولایت کا قضاوت یا دوسرے فقہی ابواب میں محدود نہ ہونا اور امور حسبیہ کے تمام ابواب میں شامل ہونا ہے۔ امام خمینی (رہ) نے اپنی عمر کے آخری برسوں میں جس اصطلاح کو استعمال کیا ہے اس کے مطابق "ولایت مطلقہ" کا مطلب "مصلحت" کی بنیاد پر ولایت کا نفاذ ہے۔ یہ مفہوم احکام ثانویہ میں شامل نہیں ہو سکتا ہے بلکہ احکام اولیہ میں ہے اور دوسرے احکام اولیہ پر مقدم ہے۔

یقیناً یہ معنی گذشتہ فقہاء کے مد نظر نہیں تھے اور شائد امام خمینی (رہ) سے پہلے یہ تعبیر کبھی استعمال نہیں ہوئی ہے۔[۳] اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ولی فقیہ کے اختیارات یعنی ولایت مطلقہ فقیہ کے متعلق آیت اللہ خامنہ ای کے نظریات جاننا بہت اہم ہے کیونکہ آپ ولایت مطلقہ فقیہ کی بنیاد پر وجود میں آنے والے اسلامی جمہوریہ

۱۔ ارسطا، ۱۳۷۷: ۷۹-۸۳

۲۔ معرفت، ۱۳۷۸: ۲۴۶

۳۔ حقیقت، ۱۳۸۸: ۱۹۱-۱۹۴

کے نظام میں ولی فقیہ کے عہدے پر فائز ہیں۔ اس لئے تحقیق حاضر اس سوال کا جواب دینا چاہتی ہے کہ آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی افکار میں ولایت مطلقہ فقیہ کا مرتبہ کیا ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے تجزیاتی فن تحقیق سے استفادہ کیا گیا۔ اس فن تحقیق کے مطابق موضوع سے متعلق مختلف کتابوں اور مضامین پر تحقیقی کام انجام دیا گیا ہے۔ اس تحقیق میں مضمون کے بنیادی سوال کا جواب دینے کے لئے ولایت مطلقہ فقیہ کے بنیادی اصولوں پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس کے بعد دوسرے حصے میں آیت اللہ خامنہ ای کے بیانات کے مد نظر آپ کی افکار میں ولایت مطلقہ فقیہ کے مرتبہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح آخر میں ولایت فقیہ اور دینی جمہوریت کے آپسی رابطے پر مختصر گفتگو کی گئی ہے۔

ولایت مطلقہ فقیہ کی نظریاتی بنیاد

بنیادی سوال کا جواب دینے سے پہلے ولایت مطلقہ فقیہ سے متعلق اصطلاحوں اور اس کی نظریاتی بنیادوں کی وضاحت ضروری ہے۔

۱-اصطلاحات

۱-۱- ولایت: عربی لفظ ہے جو "ولی" سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی قرابت اور آپسی تعلق کے ہیں۔ اس سے متعدد الفاظ بنے ہیں۔[۱] یہ لفظ مختلف شکلوں میں محبت، دوستی، نصرت اور مدد، حکمراں، پیروی، اتباع اور سرپرستی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ان سارے معانی میں روحانی قربت کا مفہوم مشترکہ طور پر پایا جاتا ہے۔[۲]

اصطلاحی اعتبار سے ولایت کا مطلب کسی خاص فرد یا افراد پر تسلط اور اور ان کی سرپرستی ہے جس سے مراد مذکورہ افراد کے کاموں میں دخل اندازی اور اپنے نظریہ کا نافذ کرنا ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں کسی دوسرے پر ولایت کا مطلب حکم عقل یا شریعت کے مطابق کسی دوسرے کے بدن، مال یا دونوں پر تسلط اور اختیار رکھنا ہے۔[۳] امام خمینیؒ کی نظر میں ولایت یعنی ملک کو چلانا، اس پر حکومت کرنا اور شریعت مقدسہ کے قوانین نافذ کرنا۔[۴]

۱۔ راغب اصفہانی، ۱۴۰۴ق: ۵۳۳

۲۔ ابن منظور، ۱۴۱۸ق: ج۱۵، ۴۰۲- ۴۰۰

۳۔ بحر العلوم، ۱۳۶۲: ۲۱۰

۴۔ امام خمینی (رہ)، ۱۳۹۰: ۵۱

اسی طرح ولایت فقیہ کے موضوع میں ولایت کا مطلب سرپرستی ہے جو تکوینی اور تشریعی دونوں طرح کی ولایت پر مشتمل ہے۔ ولایت تشریعی کی بھی دو قسمیں ہیں: فقہی لحاظ سے مجور افراد پر ولایت اور صاحبان عقل پر ولایت۔ ولایت فقیہ اسلامی معاشرے میں ولایت رہبری کے معنی میں ہے جو دینی احکام اور اقدار کے نفاذ، افراد معاشرہ کی صلاحیتوں کو شگوفا کرنے اور ان کو ان کے وجود کے مطابق کمال اور بلندی تک پہنچانے کے لئے وجود میں آتی ہے۔[1]

۲-۱- مطلقہ: مطلقہ اور مطلق کو چند معنی میں استعمال کیا جاتا ہے: الف) توسیع پسندی اور ہمہ گیریت یعنی Totalitarianism کے معنی میں۔ ب) ہر طرح کی قید و بند، قانون، جوابدہی اور ذمہ داری سے سے آزادی کے معنی میں۔ ج) مقید اور محدود کے مقابلے میں۔ اس معنی میں اطلاق سے مراد، افراد معاشرہ کی بہتری اور عدل و انصاف کے نفاذ کے لئے ولایت فقیہ کے دائرہ اور اس کی ذمہ داری کا عوام کی بہتری کے سارے پہلوؤں کو شامل ہونا ہے۔ گذشتہ فقہاء مطلقہ کے بجائے لفظ عامہ استعمال کرتے تھے کیونکہ ولایت کی اس شمولیت اور اطلاق کے مقابلے میں دوسرے قسم کی ولایت بھی پائی جاتی ہے جس میں ولایت کے صرف خاص پہلوؤں کو مد نظر رکھا جاتا ہے جیسے لڑکی کی شادی کے معاملے میں باپ کی ولایت یا نابالغ بچوں کے مالی خرچوں پر باپ اور دادا کی ولایت۔ جبکہ اس موضوع میں اطلاق سے مراد ولایت فقیہ اور ولی فقیہ کی ذمہ داریوں کا لوگوں کی ساری عمومی مصلحتوں اور بہتری کے سارے پہلوؤں کو شامل ہونا ہے اور یہ دوسری ولایتوں کی مانند کسی خاص موضوع سے مخصوص نہیں ہے۔ اس لئے لفظ مطلقہ اس مقید کے مقابلے میں ہے جسے ولی فقیہ کے اختیارات کی گفتگو میں صرف خاص معاملات جیسے امور حسبیہ میں استعمال کیا جاتا تھا۔ لہٰذا ولایت کا مطلق ہونا یعنی فقیہ:

۱- اسلام کے سارے احکام کی وضاحت اور ان کو نافذ کرنا فقیہ کی ذمہ داری ہے کیونکہ دوران غیبت بھی کوئی اسلامی حکم معطل نہیں رہ سکتا ہے۔ ۲- قاعدہ "اہم اور مہم" کی بنیاد پر ایک عملی طور پر دوسرے سے ٹکرانے والے احکام کا راہ حل تلاش کرے۔ ۳- مطلق العنان حکومتوں کے برخلاف ولایت فقیہ کے مطلق ہونے کے

۱۔ جوادی آملی، ۱۳۹۱: ۱۲۲-۱۲۹

باوجود اس میں اسلامی معیاروں اور اسلامی معاشرے کی رہبری کے لئے انصاف اور تقوی کی رعایت جیسی محدودیتیں ہیں۔[۱]

ولایت فقیہ کا مطلق ہونا اور اس کے حدود و اختیارات، گفتگو کے بنیادی موضوعات ہیں۔ کیونکہ اس بات پر تمام فقہاء متفق ہیں کہ زمانہ غیبت میں ولی فقیہ کا ہونا ضروری ہے لیکن ان کے درمیان ولی فقیہ کے حدود و اختیارات کے متعلق گفتگو ہے۔ امام خمینی (رہ) کی نظر میں ولی فقیہ رسول اللہ (ص) کے سارے حکومتی اختیارات رکھتا ہے، اس کی حکومت رسول اللہ (ص) کی ولایت مطلقہ کا ہی ایک حصہ ہے اور اسلام کے احکام اولیہ میں سے ہے جو دیگر سارے فرعی احکامات یہاں تک کہ نماز، روزہ اور حج پر بھی مقدم ہے۔ بہ الفاظ دیگر پیغمبر (ص) اور ائمہ (ع) کے دائرۂ اختیار میں آنے والے سارے سیاسی اور حکومتی معاملات عادل فقیہ کے بھی دائرۂ اختیار میں بھی آتے ہیں اور عقلی اعتبار سے ان دونوں کے درمیان کوئی فرق قائل نہیں ہوا جاسکتا ہے۔[۲]

۳-۱- فقیہ: ولایت فقیہ کی گفتگو میں فقیہ سے مراد وہ جامع الشرائط مجتہد ہے جس میں مندرجہ ذیل تین خصوصیتیں پائی جاتی ہوں:

الف) اجتہاد مطلق: اسلام ایک مربوط اور منضبط مکتب فکر ہے جس کی سیاست عین دینداری اور دینداری عین سیاست ہے اس لئے اس کو صحیح اور مکمل طور پر صرف اسی وقت سمجھا جاسکتا ہے جب فقیہ اس کے سارے پہلوؤں سے واقف ہو۔ اس لئے اسلام کا حقیقی عالم وہ ہے جو تمام اصول و فروع، عبادات، معاملات، احکام اور اسلامی سیاست میں مجتہد ہو۔ غیبت کے دوران، نظام اسلامی کا حکمراں، قرآن کا محافظ، مفسر اور اس کے احکام کا نافذ کرنے والا ہے اس لئے اسے اس کے تمام پہلوؤں سے واقف ہونا چاہئے۔ قرآن کے احکام اور تعلیمات سے واقفیت کے علاوہ وہ انسان اور اسلامی معاشرے کے متعلق اسلامی روایات کو بخوبی پرکھ اور سمجھ کر اسلامی احکام کی جامع اور مکمل شناخت حاصل کرچکا ہو۔ یعنی فقیہ کا دائرۂ عمل، فقہ کے دائرۂ عمل کے برابر ہو اور وہ مسلمانوں کے جدید مسائل حل کرسکتا ہو اور دین کے اصول و فروع پر ان کی تطبیق کرسکتا ہو۔[۳]

۱۔ کعبی، ۱۳۸۰: ۶۱

۲۔ امام خمینی رہ، ۱۳۶۵: ۳۵

۳۔ جوادی آملی، ۱۳۹۱: ۱۳۷

ب) مکمل عدل و انصاف: فقیہ جامع الشرائط وہ ہو سکتا ہے جو علم دین کو مکمل طور پر حاصل کرنے کے علاوہ اسے اپنی ذات، اپنی زندگی کے دائرۂ عمل اور اسلامی معاشرے میں صحیح طرح نافذ کرے۔ وہ اپنے سارے دینی فرائض انجام دیتا ہو اور جن دینی احکام کو لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے ان کو پہنچاتا ہو اور کچھ بھی پوشیدہ نہ رکھتا ہو۔ عادل فقیہ دین کے احکام و فرامین پر مکمل عمل کر کے خواہشات نفس کو پوری طرح ترک کر چکا ہو۔ یہ حکمران فقیہ اگر کوئی فتوی دے تو خود بھی اس پر عمل کرے، اگر عدلیہ میں کوئی فیصلہ صادر کرے تو خود بھی اسے قبول کرے اور اگر کوئی حکومتی اور ولائی حکم دے تو خود بھی اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور اسے نہ توڑے۔[1]

ج) قیادت کی قوت، لیاقت اور انتظامی صلاحیت: جامع الشرائط فقیہ کو اجتہاد اور مکمل عدل و انصاف کی رعایت کے علاوہ ملک کے داخلی اور بیرونی سیاسی اور اجتماعی معاملات کی صحیح فہم ہونی چاہئے۔ اسی طرح اس کے پاس انتظامی صلاحیت بھی ہونی چاہئے البتہ انتظامی صلاحیت نظریاتی شیء ہونے کے علاوہ خاص ذوق اور فن کی بھی محتاج ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ہر عادل فقیہ معاشرے کی قیادت کر سکتا ہے کیونکہ اس کے پاس علمی شرائط کے علاوہ امت مسلمہ کی قیادت کی لازمی صلاحیت اور قوت بھی ہونی چاہئے۔[2]

اس شرط کی اہمیت اتنی ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران کے آئین کی دفعہ ۱۰۹ میں قائد کی یہ خصوصیات بیان کی گئی ہیں: ۱- فقہ کے مختلف ابواب میں فتوی دینے کی علمی صلاحیت۔ ۲- امت مسلمہ کی قیادت کے لئے لازمی تقوی اور عدالت۔ ۳- صحیح سیاسی اور اجتماعی طرز فکر، معاملہ فہمی، شجاعت، انتظامی صلاحیت اور قیادت کے لئے لازمی قوت و طاقت۔ اگر مذکورہ شرائط متعدد افراد میں پائی جاتی ہوں تو فقہی اور سیاسی لحاظ سے زیادہ مستحکم شخص مقدم ہو گا۔[3]

ولایت مطلقہ فقیہ میں سارے الفاظ پر گفتگو کے بعد اب اس نظریے کو بیان کیا جائے گا اور اس پر تحقیقی نظر ڈالی جائے گی۔

۲- ولایت مطلقہ فقیہ کا نظریہ

مجموعی طور پر ولایت فقیہ کے دائرۂ عمل کے متعلق دو بنیادی نظریات پائے جاتے ہیں:

۱۔ جوادی آملی، ۱۳۹۱: ۱۳۸-۱۳۹

۲۔ جوادی آملی، ۱۳۹۱: ۱۳۹-۱۴۰

۳۔ قانون اساسی، ۱۳۷۵: ۳۰

الف) ایک نظریہ ولایت فقیہ کے دائرۂ عمل کو پیغمبر اسلام(ص) اور ائمہ معصومین(ع) کے دائرۂ حکومت کے برابر جانتا ہے اور اس کا یہ ماننا ہے کہ ولی فقیہ کو ملک کے سارے معاملات میں دخل اندازی اور فیصلہ لینے کا حق ہے۔[1]

ب) اس کے مقابلے میں بعض افراد ولایت فقیہ کے دائرۂ عمل کو کم جانتے ہیں یعنی وہ اموال جن کے مالک کو کوئی نہیں جانتا ہے، بے سرپرست بچے وغیرہ۔ ان کا یہ ماننا ہے کہ فقیہ دوسرے معاملات میں کوئی اختیار نہیں رکھتا ہے اور اس کی ولایت صرف انہی موضوعات میں ہے۔[2]

دوسری جانب ولایت مطلقہ فقیہ کوئی بالکل نیا موضوع نہیں ہے جسے صرف امام خمینی(رہ) نے پیش کیا ہو۔ زمانۂ غیبت میں فقیہ کے امام زمانہ(ع) کے نائب ہونے کی گفتگو سب سے پہلے شیخ مفید نے کی ہے۔[3] ان کے بعد عظیم شیعہ فقہاء ولی فقیہ کے لئے وسیع دائرۂ اختیار کے قائل نظر آتے ہیں۔ ان میں سے بہت سی شخصیتوں نے نظریہ ولایت فقیہ کو مسلم مانا ہے اور وہ ولی فقیہ کے دائرۂ اختیارات کی دلیلوں پر گفتگو کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ زمانۂ غیبت میں فقیہ نیابت عامہ، ولایت عامہ اور ولایت مطلقہ رکھتا ہے۔ امام خمینی(رہ) نے ولایت فقیہ کے متعلق کوئی نیا نظریہ پیش نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے زمانے کی ضرورت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کتاب البیع اور ولایت فقیہ کے موضوع میں ولی فقیہ کے اختیارات کے متعلق گفتگو کی ہے اور اس موضوع کو مزید واضح کیا ہے۔
امام خمینی(رہ) کے ولایت مطلقہ فقیہ کے نظریہ کے مطابق دینی نظام میں ولائی قیادت کا ایک طولی سلسلہ اور ولائی نظم و ترتیب پائی جاتی ہے۔ اس نظریہ میں سب سے پہلے مکمل اور وسیع حکمرانی خداوند عالم سے مخصوص ہے۔ اس کے بعد خدا کی طرف سے انبیائے الٰہی اور ان کے جانشینوں کو حکمرانی کا حق عطا کیا گیا ہے۔[5] اس طرح پیغمبر(ص) کی رحلت کے بعد حکمرانی پیغمبر(ص) کے جانشینوں یعنی ائمہ معصومین(ع) کو عطا کی گئی ہے۔ آخری امام

۱۔ مزینانی، ۱۳۷۷: ۱۷
۲۔ مزینانی، ۱۳۷۷: ۱۷
۳۔ شیخ مفید، ۱۴۱۰ھ، ۷۲۱، ۸۱۲، ۸۱۱
۴۔ مزینانی، ۱۳۷۷: ۱۹
۵۔ علم الہدی، ۱۳۹۱: ۲۱۱

معصوم(ع) کے زمانۂ غیبت میں ان کی جانب سے لائق فقہاء کو نیابت عام کا عہدہ ملا ہے اور وہ ولی فقیہ کے عنوان سے اسلامی معاشرے کی سیاسی قیادت و حکمرانی اور اسلام کے سیاسی نظام کے ذمہ دار ہیں۔

جیسا کہ امام خمینی(رہ) اس کے تعلق سے فرماتے ہیں: زمانۂ غیبت میں اگرچہ حکومت چلانے کے لئے کسی خاص شخص کو معین نہیں کیا گیا ہے لیکن چونکہ اسلامی حکومت معاشرے کی لازمی ضرورت ہے اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ خداوند عالم نے اسے نظر انداز کر دیا ہو۔ اس لئے عقل کی تشخیص اور رہنمائی کے مطابق امام عصر(ع) کی غیبت کے زمانے میں اسلامی ولایت و حکومت کا جاری رہنا ضروری ہے۔ اسی طرح چونکہ اسلامی حکومت، قانون پر مبنی حکومت ہے اور وہ بھی فقط قانون الٰہی پر، اس لئے پوری دنیا میں احکام جاری کرنے اور عدل و انصاف کے نفاذ کی ذمہ دار بنائی گئی ہے۔ اس حکومت کے حکمراں کے پاس قانون کا علم اور عدالت کی صفت ہونی چاہئے۔ یہ خصوصیات الٰہی حکومت کی بنیاد میں شامل ہیں۔ قانون پر مبنی کوئی حکومت تشکیل پانا صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب اس کے حکمراں میں یہ دونوں صفات پائی جاتی ہوں۔[۱]

لہٰذا امت کی ولایت اور سرپرستی کی ذمہ داری فقیہ عادل کی ہے اور فقط وہی مسلمانوں کی قیادت کے لئے مناسب ہے کیونکہ اسلامی حکمراں میں فقاہت اور عدالت دونوں خصوصیتیں پائی جانی چاہئیں۔ اس لئے عادل فقہاء پر حکومت قائم کرنا اور اسلامی حکومت بنانا واجب کفائی ہے۔[۲] اس موضوع میں اہم نکتہ یہ ہے کہ پیغمبر(ص) اور ان کے بعد ائمۂ معصومین(ع) کی ذمہ داری اور دائرۂ اختیار میں آنے والے حکومت سے متعلق تمام معاملات عادل فقہاء کے دائرۂ عمل میں شامل ہیں۔[۳] البتہ پیغمبر(ص) اور ائمہ(ع) اور فقہا کے اختیارات کے برابر ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فقہا فضائل و کمالات کے اعتبار سے بھی پیغمبر(ص) اور ائمہ(ع) کے برابر ہیں۔ امام خمینی(رہ) نے کتاب البیع اور ولایت فقیہ میں اس نکتہ پر تاکید کی ہے کہ: فقہا کے حکومتی اختیارات، پیغمبر(ص)

۱۔ امام خمینی(رہ)، ۱۳۶۵: ۹

۲۔ امام خمینی(رہ)، ۱۳۶۵: ۱۱

۳۔ امام خمینی(رہ)، ۱۳۶۵: ۱۲

اور ائمہ (ع) کے حکومتی اختیارات کے برابر ہیں، اس کا مطلب ان کے روحانی مرتبے میں برابری نہیں اور یہ دونوں خلافت ایک دوسرے کے مقابلے میں نہیں ہیں۔[۱]

امام خمینی (رہ) نے ولایت مطلقہ فقیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایاہے: حکومت رسول اللہ (ص) کی ولایت مطلقہ کا ایک حصہ ہے جو احکام اولیہ میں سے ہے اور دوسرے سارے فروعی احکامات یہاں تک کہ نماز، روزے اور حج سے بھی بالاتر ہے۔ حکومت کسی بھی معاملے کو چاہے وہ عبادت سے متعلق ہو یا غیر عبادت سے، جب تک کہ وہ اسلامی مصلحتوں کے خلاف ہو، روک سکتی ہے۔ جو کچھ مشہور ہے کہ اگر فقیہ کو یہ اختیارات حاصل ہوں تو مزارعہ، مضاربہ اور اس کے مانند دوسرے معاملات ختم ہو جائیں گے، تو میں واضح طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بالفرض اگر ایسا ہو تو یہ حکومت کے اختیارات میں سے ہے اور اس سے بھی بالاتر معاملات ہیں...۔[۲]

اسی طرح امام خمینی (رہ) کی نظر میں ولایت مطلقہ فقیہ خدائی قوانین کے دائرے میں محدود ہے۔ آپ نے ۱۳۵۸ ہجری شمسی میں آئین اور ولایت فقیہ کی دفعہ کو پاس کرتے وقت اس بات کی وضاحت کی ہے اور پیغمبر (ص)، فقیہ اور غیر فقیہ سب کو قانون کی حکمرانی کا تابع بتایا ہے۔[۳]

آپ کی نظر میں اسلام نے ایسی حکومت کی بنیاد ڈالی ہے جس میں نہ تو آمریت کا طریقہ حکمفرما ہے اور نہ معاشرے کے ایک خاص طبقے کے بنائے ہوئے قوانین پر مبنی مشروطیت اور جمہوریت کا طریقہ قابل قبول ہے بلکہ یہ حکومت وحی خداوندی سے الہام لیتے ہوئے سارے معاملات میں قانون خداوندی سے مدد لیتی ہے۔[۴]

اس کے علاوہ امام خمینی (رہ) کی نظر میں ولایت مطلقہ فقیہ مصلحت عامہ کے دائرے میں محدود ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں: مسلمانوں اور انسانی معاشرے پر حکومت کرنے والے کو ہمیشہ عوام کی مصلحتوں اور فائدے کو مد نظر رکھنا اور اپنے انفرادی مفادات سے چشم پوشی کر لینی چاہئے۔ اسی وجہ سے اسلام نے معاشرے کی بہتری اور مصلحت کی خاطر بہت سے لوگوں کو ختم کر دیا۔[۵] آپ دوسری جگہ بیان کرتے ہیں کہ اسلامی حکمران اس مختلف

۱۔ امام خمینی (رہ)، ۱۳۶۵: ۱۱

۲۔ صحیفہ نور، ۱۳۷۰: ۱۷-۲۰

۳۔ صحیفہ نور، ج ۱۰، ۱۳۷۸: ۵۳

۴۔ امام خمینی (رہ)، ۱۳۶۵: ۲۰-۲۱

۵۔ امام خمینی (رہ)، ۱۳۹۰: ۹۵

موضوعات میں مسلمانوں یا دائرۂ حکومت میں آنے والے دیگر افراد کی عمومی مصلحتوں کے پیش نظر عمل کرے۔ یہ اختیار آمریت نہیں ہے بلکہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کی بہتری کو نظر میں رکھا گیا ہے۔[۱] امام خمینی(رہ) کے نظریہ ولایت فقیہ میں دوسرا نکتہ یہ دکھائی دیتا ہے کہ ولایت فقیہ کا مطلب فعال نگرانی ہے نہ کہ خود حکمراں کی حکومت مطلقہ۔ آپ فرماتے ہیں: ہمیں عوام کو اہم سمجھنا چاہئے، ان کے قریب ہونا چاہئے اور ان کے اچھے اور برے کاموں کا نگراں ہونا چاہئے۔[۲]

مجموعی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ولایت کے ساتھ میں لفظ مطلقہ کا استعمال ولی فقیہ کے دائرۂ اختیارات کے متعلق دیئے گئے دوسرے نظریات کے مقابلے میں ہے۔ کیونکہ شیعہ فقہاء کے درمیان ولی فقیہ کے اختیارات کے متعلق تین اہم نظریے ہیں:

الف) وہ نظریہ جو امور حسبیہ میں فقیہ کے دخل و تصرف کو صرف جائز جانتا ہے لیکن اس کے لئے ان معاملات میں بھی ولایت کا قائل نہیں ہے۔ ان دونوں (دخل و تصرف کا جواز اور دخل و تصرف پر ولایت) میں یہ فرق بیان کیا گیا ہے کہ پہلی صورت میں فقیہ کی جانب سے منصوب شخص اور اس کا وکیل فقیہ کی موت کے بعد خود بخود اپنے منصب سے معزول ہو جاتا ہے جبکہ دوسری صورت میں فقیہ کی موت کے بعد بھی اس کا وکیل اور منصوب کیا ہوا شخص معزول نہیں ہوتا ہے۔[۳]

ب) جو نظریہ فقیہ کے لئے امور حسبیہ میں دخل و تصرف کی ولایت کا قائل ہے لیکن اس کا یہ ماننا ہے کہ اسے ولایت عامہ حاصل نہیں ہے۔ ولایت عامہ کے واضح مصادیق سرحدوں اور ملک کے نظم و ضبط کی حفاظت، ملک کا دفاع، حدود جاری کرنا، خمس اور زکات لینا اور نماز جمعہ قائم کرنا ہیں۔[۴]

ج) جو نظریہ فقیہ جامع الشرائط کو امت اور حکومت سے متعلق تمام معاملات میں ولایت کا مالک سمجھتا ہے۔ امام خمینی(رہ) اور دوسرے بہت سے فقہاء کی نظر میں یہ نظریہ صحیح ہے۔ اس نظریہ کے اعتبار سے حکومتی معاملات

۱۔ امام خمینی(رہ)، ۱۳۶۵: ۲۱

۲۔ صحیفہ نور، ۱۳۷۸، ج۱۸: ۲۰۶

۳۔ خوئی، ج۱، ۴۲۳-۴۲۴

۴۔ ارسطا، ۱۳۷۷: ۷۸

کے لحاظ سے فقیہ، پیغمبر (ص) اور ائمۂ معصومین (ع) میں کوئی فرق نہیں ہے اور سب یکساں اختیارات کے مالک ہیں۔ اس وجہ سے ولی فقیہ کے پاس معصومین (ع) کی مانند نماز جمعہ قائم کرنے، اسلامی تعزیرات جاری کرنے، معاہدۂ صلح کرنے، خمس وزکات لینے، مجور افراد اور عمومی اوقاف کی سرپرستی یعنی بطور خلاصہ اسلامی حکومت کی تشکیل اور اس کے تمام لوازم کا اختیار ہے۔ اس نظریہ کا ماننا ہے کہ حکومت سے متعلق سارے معاملات، فقیہ جامع الشرائط کے دائرۂ اختیار میں ہیں۔ اس لئے اس نظریہ کو ولایت مطلقہ کا نام دیا گیا ہے جسے کبھی کبھی ولایت عامہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔[1]

ذیل میں بطور خلاصہ ولایت مطلقہ فقیہ کے نظریہ میں ولی فقیہ کے اختیارات بیان کئے گئے ہیں:

- پیغمبر (ص) اور ائمہ (ع) کے سارے حکومتی اختیارات کا مالک
- قوانین کو بغیر تبدیل کئے ہوئے مکمل طور پر نافذ کرنے کا پابند
- خدا کے بنائے ہوئے قوانین کے دائرے میں ہی اختیارات کا مالک
- میدان عمل میں احکام میں تناقض کی صورت میں قاعدۂ اہم و مہم کے تحت اہم حکم پر عمل
- نظام مملکت کے معاملات کی نگرانی، نظام کی حکمت عملی کو معین کرنا
- مصلحت عامہ کے پیش نظر ولایت کا نفاذ
- حکم حکومتی صادر کرنا اور اس پر عمل کرنا
- نظام اور قوانین کی شرعی حیثیت کا اس کی تائید پر منحصر ہونا

ج) آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی نظریات میں ولایت مطلقہ فقیہ

۱- آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی افکار میں ولایت کا مفہوم:

آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں ولایت نبوت کا تسلسل ہے۔ نبوت سے علیحدہ نہیں ہے۔ مسئلہ ولایت در حقیقت نبوت کی گفتگو کا تکملہ ہے۔ اگر ولایت نہ ہو تو نبوت بھی ناقص رہ جائے گی۔[2]

۱۔ ارسطا، ۱۳۷۷: ۷۸

۲۔ حسینی خامنہ ای ۱۳۹۲: ۵۱۶

آپ نے متعدد بیانات میں ولایت کے معنی اتصال، گہرا رابطہ، محبت اور روحانی رابطہ بیان کئے ہیں۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں: قرآن کی اصطلاح میں ولایت یعنی آپسی رابطہ، ایک محاذ پر ہونا اور ایسا گہرا رابطہ جس میں کچھ لوگوں کی ایک فکر و نظر ہو، ان کا ایک ہی مقصد ہو، وہ ایک راستے پر قدم بڑھا رہے ہوں، ایک منزل کی طرف آگے بڑھ رہے ہوں اور ایک ہی نظریے اور عقیدے کے ماننے والے ہوں۔ اس محاذ کے افراد کو جتنا ممکن ہو ایک دوسرے سے مربوط ہونا چاہئے اور دوسرے محاذوں سے الگ اور کنارہ کش رہنا چاہئے تا کہ ان کا وجود بکھر کر ختم نہ ہو جائے اور وہ دوسروں میں ہضم نہ ہو جائیں۔ قرآن کی نظر میں اسے ولایت کہتے ہیں۔[1]

اسی طرح آپ کی نظر میں ولایت یعنی فکری، روحانی اور عملی رابطہ۔ ولایت خدا اور ولایت ائمہ (ع) دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ ولایت ائمہ (ع) اور ولایت پیغمبر (ص) دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ یہ سب ایک ہی ہیں۔ اس ولایت کا مطلب ہے رابطہ۔ دو چیزوں کا ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہو جانا کہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا جا سکے۔ میں اسلامی تعلیمات میں غور و فکر کرنے والے شخص کے عنوان سے جب اسلامی تعلیمات میں اس رابطے کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں تو یہ نتیجہ لیتا ہوں کہ یہ رابطہ فکری، روحانی اور عملی ہے۔ ان تینوں شعبوں میں اگر ہمارے اور ائمہ کے درمیان، ہمارے اور خدا کے درمیان، ہمارے اور پیغمبر کے درمیان رابطہ برقرار ہو جائے تو ولایت برقرار ہو گئی ہے۔[2]

آپ ایک دوسری جگہ بیان کرتے ہیں: ولایت کا اصلی معنی، دو چیزوں کا ایک دوسرے سے نزدیک ہونا ہے۔ فرض کیجئے کہ اگر دو رسیوں کو مضبوطی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ بٹ دیا جائے اور پھر ان کو آسانی سے ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہ ہو تو اسے عربی میں ولایت کہیں گے۔ ولایت یعنی دو چیزوں کا مضبوطی اور گہرائی سے ایک دوسرے سے نزدیک ہونا۔ لغت کی کتابوں میں ولایت کے جتنے معنی بیان کئے گئے ہیں جیسے محبت، سرپرستی وغیرہ، یہ سب اسی اعتبار سے ہیں یہ ولایت کے دونوں اطراف میں قربت اور نزدیکی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً ولایت محبت کے معنی میں ہے کیونکہ محب اور محبوب ایک دوسرے سے روحانی رابطہ رکھتے ہیں اور ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں ہے۔[3]

۱۔ حسینی خامنہ ای ۱۳۹۲: ۵۲۲

۲۔ ۱۳۶۱/۲/۷ش

۳۔ ۱۳۷۶/۲/۶ش

آپ نے ولایت کی جو تعریف بیان کی ہے اس کے مطابق ولایت فقیہ کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ یہ کوئی آقائی اور غلامی کا رابطہ نہیں ہے بلکہ یہ دونوں طرف سے محبت، دوستی اور دل کا رابطہ ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای نے ولایت کے دونوں پہلوؤں یعنی انسان اور معاشرے پر توجہ دیتے ہوئے پہلے انسان کے متعلق گفتگو کی ہے۔
انسان میں ولایت، ولی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اور روزافزوں فکری اور عملی وابستگی کے معنی میں ہے۔ ولی کو ڈھونڈو، ولی خدا کو پہچانو، اسلامی معاشرے کے حقیقی ولی کی تشخیص کرو اور پھر تشخیص کرنے کے بعد اپنی فکر، عمل، احساسات اور طرز زندگی کو اس سے وابستہ کردو۔ اس کے پیچھے چل پڑو اور آگے بڑھتے رہو۔ جس کے پاس ولایت ہو وہ ایسا آدمی ہے۔ ولی کو پہچانے، ولی کے افکار کو پہچانے، ولی کے ساتھ ہم فکر ہو جائے، ولی کے عمل کو پہچانے، ولی کے ساتھ ہمقدم ہو جائے اور اس کے ساتھ چل پڑے۔ یہ کام ولایت کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔[۱]
جیسا کہ آیت اللہ خامنہ ای بیان کرتے ہیں کہ کسی معاشرے میں ولایت کے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس معاشرے میں ولی معین ہو چکا ہو۔ لوگ جانتے ہوں کہ یہ ولی ہے۔ ثانیاً ساری قوتوں، کام، ارادے اور جذبوں کو اسی سے الہام ملتا ہو۔ وہ ایسا سمندر ہو کہ جس میں ساری نہریں اور چشمے آکر گرتے ہوں۔ وہ ایسا مرکز ہو کہ سارے احکام وہ دیتا ہو اور سارے قوانین وہی جاری کرتا ہو۔ وہ ایسا نقطہ ہو کہ ساری لکیریں اس تک پہنچتی ہوں۔ سب کی نظریں اس کی طرف ہوں۔ سب اس کے پیچھے چلیں۔ معاشرے میں شمع حیات وہ روشن کرے اور کاروان حیات کا قافلہ سالار وہ ہو۔ ایسے معاشرے میں درحقیقت ولایت پائی جاتی ہے۔[۲]
اسی طرح آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں ولایت کے پابند معاشرے میں انسان کمال تک پہنچے گا۔ ولایت رکھنے والا معاشرہ تمام انسانی صلاحیتوں کو پروان چڑھائے گا۔ خدا نے انسان کو کمال اور بلندی کے لئے جو کچھ دیا ہے اس پر یقین کرے گا۔ انسانی پودے کو پروان چڑھائے گا۔ انسانوں کو کمال کی منزلوں تک پہنچائے گا۔ انسانیت کو مضبوط کرے گا۔ ایسے معاشرے میں ولی یعنی حکمراں، یعنی وہ شخص جو سارے کاموں کا مرکز ہے۔ وہ معاشرے کو مجموعی طور پر خدا اور ذکر خدا کے راستے میں آگے بڑھائے گا۔ مال و ثروت کی منصفانہ تقسیم کرے گا۔ نیکیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو مٹانے اور جڑ سے ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔[۳] اسی کی مناسبت سے آپ ائمہ (ع) کی

۱۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۲: ۵۶۵

۲۔ حسینی خامنہ ای ۱۳۹۲، ۵۶۶-۵۶۷

۳۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۲: ۵۷۰

کوششوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ائمہ (ع) کی ساری کوشش یہی تھی کہ وہ ولایت کو زندہ کریں اور اسلامی معاشرے کو زندہ کریں۔[۱] آیت اللہ خامنہ ای سورۂ مائدہ کی آیت ۵۱ سے ۵۵ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ولایت کو ایجابی اور سلبی میں تقسیم کرتے ہیں اور ولی کو اقدامات اور فیصلوں کا مرکز بتاتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

ان آیتوں میں، ولایت کے ایجابی پہلو یعنی داخلی رابطے اور ولایت کے سلبی پہلو یعنی بیرونی رابطے ختم کرنا، اسی طرح ولایت کے دوسرے پہلو یعنی ولی سے رابطے -ولی یعنی مرکز، یعنی قلب، یعنی حکمراں اور امام- کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔[۲]

مسلمان کے لئے داخلی رابطوں کی حفاظت اور بیرونی رابطوں سے دوری کا انحصار اس بات پر ہے کہ اسلامی معاشرے میں کوئی مرکزیت اور مرکزی طاقت پائی جاتی ہو تا کہ سارے کام، جذبات و احساسات، اقدامات اور مختلف گروہوں کے موقف کی وہ قیادت و رہنمائی کرے۔ اس کا نام ولی ہے۔ ولیّ یعنی فرمانروا یعنی جس سے تمام افراد کو الہام ملے اور سارے کام اسی کی طرف پلٹ کر جائیں۔ فکری اور عملی اعتبار سے اسلامی معاشرے کی قیادت جس کے پاس ہو اس کا نام ولی ہے۔[۳] آیت اللہ خامنہ ای قرآنی آیات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ولایت صرف خدا کو حاصل ہے۔ لہذا ولایت دو قسموں میں تقسیم ہوتی ہے ولایت خدا اور ولایت غیر خدا (ولایت طاغوت)۔ اسلام اور اسلامی نظام میں ولایت خدا کی حکمرانی ہے۔ یہ ولایت چونکہ محبت، ایمان اور قلبی رابطے کے ساتھ میں ہوتی ہے اس لئے ولایت غیر خدا سے ممتاز ہوتی ہے۔ اس لئے آپ وضاحت کرتے ہیں کہ:

قرآن کریم میں ولایت خدا کے علاوہ ہر طرح کی ولایت کو ولایت طاغوت کے عنوان سے پہچنوایا گیا ہے۔ جو ولایت خدا کے تحت نہیں ہے وہ ولایت طاغوت کے ماتحت ہے۔[۴] اسلامی دنیا، اسلامی اور روحانی ماحول کی برتری اور بہتری اسی ولایت خدا سے ہے۔ اس ولایت اور عالم سیاست میں موجود خدا کی سیاسی ولایت میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے۔ اس لئے اسلامی نظام میں، حکومت محبت، ایمان، وحدت، قلبی

۱۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۲: ۵۶۸

۲۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۱: ۶۲

۳۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۲: ۵۷۷-۵۷۸

۴۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۲: ۵۹۸

رابطے اور اسی طرح عوام اور حکومت کی ہمراہی، ارکان حکومت کی یکجہتی اور عوام کے سارے افراد کے اتحاد کے ساتھ ہے۔ یہ خصوصیتیں اختلاف و تفرقے کی دنیا میں ولایت کا حقیقی مصداق پیش کرتی ہیں، دوسروں سے اسے ممتاز کرتی ہیں اور یہ دکھاتی ہیں کہ یہ اسلامی نظام ہے۔[۱]

آیت اللہ خامنہ ای نے اپنے متعدد بیانات میں ولایت کے محبت، یکجہتی اور وحدت کے ساتھ رابطے پر تاکید کی ہے۔

اسی طرح آپ حکومت الٰہی کے عنوان سے ولایت کی خصوصیتیں بیان کرتے ہوئے اس کی خصوصیتیں بھی بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ولایت یعنی خدائی حکومت۔ یعنی ایسی حکومت جس میں خود پرستی نہ ہو اور خود غرضی کی بنیاد پر ہونے والا تسلط اور اقتدار نہ ہو۔ ولایت یعنی ایسی حکومت جس میں تسلط و اقتدار کے باوجود، حکمراں کی عزت اور اس کے پختہ ارادوں اور مضبوط فیصلوں کے باوجود آمریت، خود پسندی اور توسیع پسندی نہ پائی جاتی ہو اور وہ حکمراں سب کچھ اپنے لئے نہ چاہتا ہو۔[۲]

۲- آیت اللہ خامنہ ای کی سیاسی افکار میں ولایت فقیہ

آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں ولی فقیہ کے دائرۂ اختیارات کی گفتگو کرنے سے پہلے آپ کے زاویۂ نگاہ سے ولی فقیہ کو پہچاننا ضروری ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای اپنے ایک بیان میں ولایت و حکومت کو خدا اور خدا کے معین کئے ہوئے لوگوں سے مخصوص بتاتے ہیں۔ اس لئے دوسرے فقہاء کی مانند آپ کا ماننا ہے کہ ابتدائی طور پر انسان پر حکمرانی کا حق صرف خدا کو حاصل ہے۔ اس کے بعد پیغمبر (ص) ہیں، اس کے بعد ائمہ (ع) اور زمانۂ غیبت میں عادل فقہا ہیں جن کو کچھ علامتیں بیان کر کے خدا کی جانب سے معین کیا گیا ہے۔

اس لئے آپ فرماتے ہیں: وہ ذات جسے حکمرانی کا حق ہے، صرف خدا ہے اور چونکہ صرف خدا کو حکمرانی کا حق ہے اس لئے خدا انسانوں کی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ حق جسے چاہے دے سکتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ خدا کا کام بغیر مصلحت کے نہیں ہوتا ہے، اس کا کام آمرانہ اور زبردستی کا نہیں ہوتا ہے۔ خدا کا کام انسان کی مصلحت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے وہ معین کرتا ہے ہم بھی سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ وہ پیغمبر معین کرتا ہے، امام معین کرتا ہے اور امام کے بعد ایسے لوگوں کو معین کرتا ہے جن میں کچھ خاص معیار پائے جاتے ہوں۔ وہ کچھ صفات

۱۔ ۲۷/۱/۱۳۷۷ش

۲۔ ۱۶/۱/۱۳۷۸

معین کر دیتا ہے کہ جن لوگوں میں یہ صفات پائی جائیں گی وہ ائمہ (ع) کے بعد اسلامی معاشرے کے حکمراں ہوں گے۔ اس لئے ولی کو خدا معین کرتا ہے، وہ خود ولی ہے، اس کا پیغمبر ولی ہے، ائمہ ولی ہیں۔ خاص معیاروں پر پورے اترنے والے لوگ بھی حکومت و خلافت کے لئے معین کر دیئے گئے ہیں۔[1]

آپ ولی فقیہ کو امام سے تعبیر کرتے ہوئے اس منصب کے انتخاب کی کیفیت اور اسکے شرائط اس طرح بیان کرتے ہیں:

اگر معاشرے کی ساری قوتوں سے استفادہ ہونا ہے، ان کو ایک متحدہ قوت کے طور پر انسانیت کی اجتماعی مصلحتوں کے کام آنا ہے اور معاشرے کو ایک مضبوط ہاتھ کی مانند دشمن طاقتوں اور گروہوں کا مقابلہ کرنا ہے تو ایک مرکزی قدرت کی ضرورت ہے۔ امت مسلمہ کے اس جسم کو ایک دل کی ضرورت ہے۔ البتہ اسکی کچھ شرطیں بھی ہیں۔ وہ بہت آگاہ ہو، اس کے پاس علم ہو، مضبوط ارادوں اور فیصلوں کا مالک ہو، اس کا زاویۂ دید مختلف ہو، وہ راہ خدا میں کسی سے نہ ڈرتا ہو، ضرورت پڑنے پر خود کو بھی قربان کر دے؛ ایسی ہستی کو ہم امام کہتے ہیں۔ امام یعنی ایسا حکمراں اور قائد جسے معاشرے میں خدا کی جانب سے معین کیا گیا ہو۔ خدا کی طرف سے معین ہو یعنی خدا اسے یا نام کے ساتھ معین کرے جیسے پیغمبر (ص) اور ائمہ (ع) کو معین کرتا ہے یا نام کے ساتھ معین نہ کرے بلکہ اس کی خصوصیات بتائے اور ان خصوصیات کے ذریعہ اسے معین کرے جیسے امام کا جانشین، فقیہ۔ یہ فقیہ خود بھی امام ہے البتہ ایسا امام ہے جسے نام سے معین نہیں کیا گیا ہے بلکہ خصوصیتوں کے ذریعہ معین کیا گیا ہے۔ جس میں بھی یہ خصوصیتیں پائی جائیں وہ امام ہو جائے گا۔ امام یعنی قائد، یعنی حکمراں، یعنی ایسی ہستی کہ وہ جہاں جائے لوگ اس کے پیچھے چلیں۔ ایسی ہستی کو خدا کی جانب سے ہونا چاہئے، عادل ہونا چاہئے، منصف ہونا چاہئے، دیندار ہونا چاہئے، مضبوط ارادے کا مالک ہونا چاہئے اور اس طرح کی دوسری خصوصیتیں جو امامت کے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔ فی الحال ان سب کو بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔ لہذا قرآن میں ولایت کا مفہوم امام کے وجود کا تقاضہ کرتا ہے۔[2]

۱۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۲: ۵۸۳

۲۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۲: ۵۴۵

ولایت کا دوسرا پہلو یعنی امت مسلمہ کی ہر فرد کا ہر طرح کی صورتحال میں قلب امت سے مضبوط اور گہرا رابطہ، فکری اور عملی رابطہ۔ یعنی اس سے صحیح طرح سبق حاصل کرنا، افکار و نظریات میں اس کا پیروکار ہونا اور افعال، کردار، اقدامات اور مختلف کاموں میں اس کی پیروی کرنا۔[1]

آیت اللہ خامنہ ای کے بیانات میں ولایت فقیہ کے مختلف معیار اور خصوصیتوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ اس لئے ولایت فقیہ کے تعلق سے آپ کے نظریات کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ یہاں پر ان میں سے بعض نظریات کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے:

۱-۲- ولایت فقیہ، ولایت خدا کا تسلسل: آیت اللہ خامنہ ای واضح طور پر ولایت فقیہ کے منجانب اللہ ہونے کو بیان کرتے ہیں اور امام زمانہ (ع) کے زمانۂ غیبت میں حکومت کو فقیہ جامع الشرائط یعنی ولی فقیہ سے مخصوص مانتے ہیں۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں: غیبت کبری کے زمانے میں عقل کے بھی یقینی اور واضح حکم کے تحت اور اسلامی اور شرعی دلیلوں کے مطابق بھی یہ ولایت اس انسان سے مخصوص ہے جو دین کو پہچانتا ہو، عادل ہو، زمانے کے حالات سے باخبر ہو یعنی فقیہ ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ یہ خدائی حکومت وولایت کا سلسلہ ہے۔ اس مسئلے میں اصولی طور پر اسلامی فرقوں میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے کہ آج حکومت کے لئے سب سے مناسب فرد، فقیہ جامع الشرائط ہے۔ سبھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جب موجودہ حالات میں خدا کی جانب سے منصوب ولی نہیں ہے تو حکومت کے لئے سب سے زیادہ مناسب وہ ہے جو اسلامی معیاروں سے سب سے زیادہ قریب ہو یعنی فقیہ، جامع الشرائط، عادل، خواہشات نفس کی مخالفت کرنے والا، حالات زمانہ سے باخبر اور معاملات کی سوجھ بوجھ رکھنے والا یعنی وہ شخصیت جسے ہم اسلامی جمہوریہ کے آئین میں ولایت فقیہ کے عنوان سے پہچانتے ہیں۔[2]

۲-۲- ولی فقیہ، احکام خداوندی کو جاری کرنے والا اور اس کی خصوصیتیں: آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں چونکہ ولی فقیہ کو اسلامی معاشرے میں احکام خداوندی کو نافذ کرنا چاہئے اس لئے اسے اسلامی قوانین کا عالم اور عادل ہونا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں: جس معاشرے میں عوام خدا کو مانتی ہے، اس معاشرے میں حکومت بھی اسی مکتب فکر کی ہونی چاہئے یعنی لوگوں کی زندگی پر مکتب اسلام، شریعت اسلام اور اسلامی احکام و قوانین کی حکومت ہونی چاہئے۔ معاشرے میں یہ احکام و قوانین نافذ کرنے کے لئے سب سے زیادہ مناسب فرد وہ ہے جس میں یہ دو

۱۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۲: ۵۴۵
۲۔ ۱۳۶۶/۱۲/۲۷

نمایاں خصوصیتیں موجود ہوں: پہلے یہ کہ احکام، اسلامی شریعت اور اسلامی فقہ کو سب سے بہتر جانتا ہو، اور اسے احکام و قوانین خداوندی پر مکمل تسلط ہو۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ خدائی تعلیمات اور فقہ خداوندی سے واقف اس شخص کے پاس اتنی قدرت و طاقت ہو کہ وہ خود کو گناہ اور عمدی غلطیوں سے بچا سکے۔ جسے اسلامی ثقافت کی زبان میں عدالت کہا جاتا ہے۔ یہ دو خصوصیتیں اس شخصیت سے متعلق ہیں جو اسلامی معاشرے میں خدائی اور اسلامی احکام نافذ کرنا چاہتی ہے۔ ہمارے آئین میں یہ واضح حکم ولایت فقیہ کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ اسلامی جمہوریہ کے قانون اور ہمارے معاشرے کی مجموعی صورتحال پر ولایت فقیہ کا نظام، حکمرانی کرتا ہے یعنی اس معاشرے کے سارے اہم شعبوں میں ولایت فقیہ موجود اور اثرانداز ہے۔[۱]

آپ مجموعی طور پر ولی فقیہ کی تین خصوصیتیں بیان کرتے ہیں: "فقاہت، عدالت اور درایت"۔[۲] اسی طرح آپ ولایت کے موضوع میں اسلامی اقدار پر بھی تاکید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: ولایت سے تمسک کی بنیاد، اسلامی اقدار سے تمسک ہے۔[۳]

۳-۲-ولایت فقیہ سب سے ترقی یافتہ نظریۂ حکومت: آیت اللہ خامنہ ای ولایت فقیہ کو شیعہ فقہ کے مسلمات میں سے جاننے[۴] کے علاوہ حکومت کے متعلق تمام نظریات پر اس کی برتری بھی بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

قیادت کا مسئلہ یعنی ولایت فقیہ، عصر حاضر کے سب سے ترقی یافتہ اجتماعی اور سیاسی نظریات میں سے ہے اور اسلامی جمہوریہ کا نظریہ سب سے ترقی یافتہ نظریہ ہے۔ بعض افراد سمجھتے ہیں کہ ولایت فقیہ مدرسوں کے اندر کا معاملہ ہے، مدرسوں نے ولایت فقیہ کا نظریہ بنالیا ہے، ایسا نہیں ہے۔ ولایت فقیہ آج کا سب سے ترقی یافتہ (اور انتہائی ماڈرن) نظریۂ حکومت ہے۔ ولایت فقیہ یعنی اس انسان کی حکمرانی جو اپنے معاشرے میں رائج نظریے، ایمان اور آئیڈیالوجی کو سب سے بہتر جانتا ہے۔[۵]

۴-۲-ولایت فقیہ یعنی دین کو پہچاننے والوں کی حکومت: آیت اللہ خامنہ ای، فقیہ کی خصوصیات کے پیش نظر، ولایت فقیہ پر مبنی حکومت کو دوسری تمام حکومتوں کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں اور ولایت فقیہ کو ایک نظام

۱۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۱: ۲۶۵-۲۶۶

۲۔ ۱۳۷۷/۳/۱۴

۳۔ ۱۳۷۳/۳/۸

۴۔ ۱۳۷۰/۳/۱۴

۵۔ ۱۳۶۵/۴/۲۹

کے طور پر پہچنواتے ہیں۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں: ولایت فقیہ معاشرے میں نظم وضبط کا(نام) ہے۔ یعنی وہ معاشرے سے بالکل علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ معاشرے میں موجود ایک نظام ہے۔ اگر ہم ولایت فقیہ کے معنی و مفہوم کو آسان زبان میں بیان کریں جو سب کے لئے قابل فہم ہو تو کہیں گے کہ یہ معاشرے میں افکار و نظریات اور عقائد کے ماہرین کی حکومت ہے۔ ولایت فقیہ کا مطلب یہ ہے۔ ولایت فقیہ فوجیوں، آمروں، سرمایہ داروں، مزدوروں اور اس طرح کے دوسرے نظریات حکومت کے مقابلے میں معاشرے کے عقائد و نظریات کے ماہرین کی حکومت ہے۔ ولایت فقیہ یعنی دین کو پہچاننے والوں، اسلام کو سمجھنے والوں اور اسلامی نظریات میں صاحب نظر افراد کی حکومت۔ یہاں پر حکومت، سربراہ مملکت یا صدر مملکت کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخصیت کو معاشرے کے معاملات میں آخری فیصلہ دینے کا حق ہے اسے فقیہ ہونا چاہئے۔ البتہ صدر مملکت کی تائید بھی وہی کرتا ہے اور دوسرے معاملات بھی اسی کے ذریعہ طے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ولایت فقیہ ایک نظام ہے۔[۱]

۵-۲-ولایت فقیہ ایک عوامی حکومت: آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں اسلام کی عوامی حکومت کی سب سے اہم کڑی ولایت فقیہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں: اگر کوئی حکومت عوامی بھی ہو اور اسلامی بھی، تو اس میں ولایت فقیہ کا عنصر مستحکم ہونا چاہئے۔ ورنہ نہ وہ عوامی حکومت ہوگی اور نہ اسلامی۔[۲] آج اس ملک کی عوام نے آئین اور ولایت فقیہ کو ایک اہم اصول کے طور پر قبول کر لیا ہے اور وہ اسی کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں۔[۳]

۶-۲-ولایت فقیہ، اسلام کے واضح اصولوں میں سے ایک: جیسا کہ امام خمینی(رہ) اپنی کتاب ولایت فقیہ کے آغاز میں بیان کرتے ہیں کہ "ولایت فقیہ ان موضوعات میں سے ہے جن کا تصور کرتے ہی ان کی تصدیق و تائید ہو جاتی ہے (یعنی ان کا صحیح تصور ہی ان کی تائید ہے) اور اس کے لئے دلیل و برہان کی ضرورت نہیں ہے..."۔ آیت اللہ خامنہ ای بھی ولایت فقیہ کو اسلام کے واضح اصولوں میں شمار کرتے ہیں اور یہ تاکید کرتے ہیں کہ خود نظریۂ ولایت فقیہ پر تمام فقہاء کا اتفاق نظر ہے۔

۱۔ ۱۳۶۱/۱۲/۷

۲۔ ۱۳۶۱/۱/۱۸

۳۔ ۱۳۷۴/۱۱/۱۴

آپ کی نظر میں ولایت فقیہ اسلامی فقہ کے واضح موضوعات میں سے ہے اگرچہ اس کے دائرۂ عمل کے متعلق علماء کے نظریات میں تھوڑا بہت فرق ہے۔[۱] اس لئے اگر کوئی حکومت بنے اور اس میں دین کا علم رکھنے والے، روحانیت سے واقف، گناہوں سے بچنے والے اور مطیع پروردگار شخص کو قیادت حاصل ہو تو انسانیت کے لئے اس حکومت سے زیادہ مفید، اس سے زیادہ نجات دینے والی، اس سے زیادہ فوری اور اس سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لئے ولایت فقیہ کوئی ایسا موضوع نہیں ہے جس کے متعلق ہم کو دشواری کا سامنا ہو اور ہم کو اس کی شرعی حیثیت ثابت کرنا پڑے کیونکہ یہ اسلام کے واضح احکام میں سے ہے۔ خود ولایت فقیہ کا کسی بھی مسلمان فقیہ نے ابتدائے اسلام سے آج تک انکار نہیں کیا ہے۔ البتہ اس کے دائرۂ عمل کے متعلق گفتگو رہی ہے۔ یہ بہت ہی واضح ہے کہ جو لوگ حکومت کے موضوع پر غور و فکر نہیں کرتے ہیں، جن کو انسانی معاشرہ کے سیاسی معاملات سے کوئی واقفیت نہیں ہے، جو یہ نہیں جانتے ہیں کہ دین پر عمل، دین کی حکمرانی پر موقوف ہے اور دینی حکمرانی کے بغیر دین پر مکمل طور پر عمل نہ ممکن ہے اور نہ ہی قابل تصور ہے وہ ولایت فقیہ کے دائرۂ عمل کو اتنا وسیع نہیں جانتے ہیں اور ان سے یہ توقع بھی نہیں ہے۔[۲]

۷-۲- ولایت فقیہ، دنیا میں ایک نیا نظریہ: آیت اللہ خامنہ ای کے نظریے کے مطابق امام خمینی (رہ) کی جانب سے پیش کیا گیا ولایت فقیہ کا نظریہ آج کی دنیا میں بالکل نیا نظریہ ہے۔ آپ کی نظر میں آئین، امام خمینی کے بیانات اور انقلاب کی فضاء میں ولایت فقیہ کی حکومت کے عنوان سے رائج نظریہ بالکل نیا ہے۔ خود اسلامی حکومت کا تصور بھی دنیا میں نیا نظریہ تھا۔ اس معاملے میں انقلاب نے جدت دکھائی جس سے مد مقابل مبہوت رہ گیا۔ یہ اپنے جیسے دوسرے نظریات سے بالکل مشابہ نہیں تھا۔ آپ کی نظر میں آئین، امام خمینی کے بیانات اور انقلاب کی فضاء میں ولایت فقیہ کی حکومت کے عنوان سے رائج نظریہ دنیا میں بالکل نیا ہے۔ البتہ ہو سکتا ہے یہ کہا جائے کہ یہ ایک عربی تعبیر ہے اور طلاب اور علماء کی بات ہے جبکہ یہ مفہوم بالکل نیا اور ماڈرن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم حکومت میں بالاترین منصب اسے دیتے ہیں جس کے بارے میں یہ جانتے ہیں کہ وہ اس کے خلاف کوئی کام انجام نہیں دے گا۔ یہ بہت اہم ہے۔ آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کی مشکلات کا سرچشمہ کیا ہے۔ ہم ایسے شخص کے ہاتھ میں حکومت سونپنا چاہتے ہیں جس کے بارے میں جانتے ہیں کہ وہ اس منصب کے خلاف کوئی

۱۔ ۱۳۷۸/۱۱/۴

۲۔ ۱۳۷۵/۱۱/۲۵

کام انجام نہیں دے گا۔ ہو سکتا ہے ہم سے غلطی ہو گئی ہو اور وہ اس کے خلاف کوئی کام انجام دے دے۔ جب بھی ہم یہ سمجھ لیں کہ اس نے اپنے منصب کے خلاف کوئی کام انجام دیا ہے اسی کے بعد سے اس منصب پر اس کا رہنا صحیح نہیں ہو گا۔ وہ خود اور عوام یہ بات تسلیم کرتے ہیں۔ حکومت کے تعلق سے دنیا میں یہ بالکل نئی بات ہے۔[۱]

۸-۲-ولایت فقیہ اور ارکان حکومت کی شرعی حیثیت: آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں مجلس عاملہ اور یہاں تک کہ مقننہ کی شرعی حیثیت بھی ولایت فقیہ سے ماخوذ ہے۔ اگر ولی فقیہ کی تائید نہ ہو تو ان میں سے کسی کو بھی شرعی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ ولایت فقیہ مضبوط بنیادی اصولوں پر قائم ہے۔[۲] اس لئے اسلام کے فقہی اصولوں اور ولایت فقیہ کے اصول کے مطابق، ولی فقیہ کے علاوہ کسی کے لئے بھی قانون بنانا جائز نہیں ہے اور کسی کا بنایا ہوا قانون شرعی حیثیت نہیں رکھتا ہے۔ یعنی در حقیقت قانون سازی کا جواز بھی ولایت فقیہ سے ہے۔ مجلس عاملہ کی قانونی حیثیت بھی ولی فقیہ کی تائید پر منحصر ہے۔ اگر وہ اجازت نہ دے اور تائید نہ کرے تو ملک میں موجود یہ سارے ادارے چاہے وہ قانون سازی کا ادارہ ہو یا انتظامیہ کا، ان سب کا کام بغیر دلیل اور بغیر حق کے ہے جن کو ماننا ضروری نہیں ہے۔ ولی فقیہ سے رابطے کی وجہ سے ان کو شرعی جواز حاصل ہوتا ہے۔ در حقیقت اس نظام میں ولایت فقیہ، روح کی مانند ہے۔[۳]

۳- آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی افکار میں ولایت مطلقہ فقیہ

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ جب موضوع گفتگو ولایت مطلقہ فقیہ ہو تو در حقیقت ولی فقیہ کے اختیارات کے متعلق گفتگو ہوتی ہے۔ اس حصے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس مفہوم کی وضاحت آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی نظریات میں دیکھی جائے اور پھر آپ کے بیانات اور نظریات کے مدنظر ولی فقیہ کے اختیارات کو بیان کیا جائے۔ یہ گفتگو اس وقت شروع ہوئی جب ۱۳۶۶ ہجری شمسی میں امام جمعہ اور صدر مملکت آیت اللہ خامنہ ای نے نماز جمعہ کے خطبے میں ولایت مطلقہ اور اس کے دائرۂ اختیار کے متعلق کچھ نکات بیان کئے اور فرمایا: لازمی شرطیں برقرار کرنے میں اسلامی حکومت کے اقدامات اسلامی احکام اور قوانین کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ امام کا یہ فرمانا کہ حکومت

۱۔ ۴/۱۱/۱۳۷۸

۲۔ ۴/۱۱/۱۳۷۸

۳۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۱: ۲۷۶

ملازم رکھنے والے مالک پر ہر طرح کی شرط لگا سکتی ہے اس کا مطلب ہر شرط نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اسلامی احکام کے دائرے میں قابل قبول شرط ہے نہ کہ اس سے ماوراء شرط۔ سوال کرنے والا سوال کرتا ہے کہ آپ کی بات سے کچھ لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حکومت اجارہ، مضاربہ، شرعی احکام اور مسلم فتاوی کو بھی باطل کر سکتی ہے اور اسلامی احکام کے برخلاف بھی شرط لگا سکتی ہے۔ امام فرماتے ہیں: یہ فرضی بات ہے۔ آپ ملاحظہ کیجئے کہ معاملہ کتنا شفاف اور جامع ہے۔[۱]

یہ امام خمینی(رہ) کے ایک تاریخی خط لکھنے اور ولایت مطلقہ فقیہ کے جدید نظریے کو مزید واضح کرنے کا سبب بنتی ہے۔ ۱۳۶۶ ہجری شمسی میں آیت اللہ خامنہ ای کے خطبہ نماز جمعہ کے بعد امام خمینی(رہ) کا تاریخی خط شایع ہوا اور اس نے ولایت مطلقہ فقیہ کو واضح کیا۔[۲]

اس کے بعد آیت اللہ خامنہ ای نے ایک خط میں امام کے نظریے کی تائید کی اور اپنا مقصود واضح کرتے ہوئے ولایت مطلقہ فقیہ پر اپنے یقین کا اظہار کیا۔ آیت اللہ خامنہ ای کے خط کے چند جملے اس طرح ہیں: میں نے آپ کے فقہی اصولوں کی تعلیم سالہا پہلے خود آپ سے حاصل کی ہے، ان کو قبول کیا ہے اور ہمیشہ انہی کے مطابق قدم بڑھایا ہے۔ آپ کے خط میں بیان کئے گئے مصادیق اور احکامات مسلمات میں سے ہیں اور میں خود بھی ان کو تسلیم کرتا ہوں۔ اگر لازمی ہوا تو خطبہ جمعہ میں شرعی حدود سے اپنا مقصود تفصیل سے بیان کروں گا۔" امام خمینی(رہ) نے بھی خط کا جواب لکھ کر آپ کی قدردانی اور تائید کی۔

مختلف موقعوں پر آپ کے دیئے گئے بیانات اور تقریروں کے ذریعہ ولایت مطلقہ فقیہ کے متعلق آپ کے نظریات کو واضح انداز میں سمجھا جا سکتا ہے۔ آپ کی نظر میں ولایت فقیہ کا دائرہ اتنا ہی وسیع ہے جتنا وسیع فقہ کا دائرہ ہے۔ آپ معاشرے کو فلاح و بہبود تک لے جانے کے لئے ولی فقیہ کو وسیع اختیارات کا مالک جانتے ہیں۔ آپ کے بیانات اور نظریات کی روشنی میں ولایت مطلقہ رکھنے والے ولی فقیہ کو مندرجہ ذیل اختیارات حاصل ہیں:

۱۔ ۱۱/۱۰/۱۳۶۶

۲۔ صحیفہ نور، ج ۲۰، ۱۳۷۸: ۱۷۰

۱-۳-فقیہ کی حکمرانی فقہ کے دائرۂ عمل میں: آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی نظریات میں ولایت مطلقہ فقیہ کے مطابق، فقیہ کے اختیارات کی وسعت افراد کی انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگی کو شامل ہے چونکہ آپ نے فرمایا ہے:

فقیہ کی ولایت و حکمرانی کے حدود وہی ہیں جو فقہ کے حدود ہیں۔ انسانی زندگی کے جتنے شعبوں میں اسلامی فقہ یعنی خدائی احکام موجود ہیں فقیہ کی ولایت و حکمرانی کا دائرہ بھی وہاں تک ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں اسلامی فقہ، انسانی زندگی کے کسی بھی شعبے کو حکم خداوندی سے باہر نہیں سمجھتی ہے اور سارے سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی معاملات حکم الہی کے دائرے میں آتے ہیں اس لئے ولی فقیہ کی حکمرانی بھی انفرادی، اجتماعی، سیاسی، عسکری، بین الاقوامی اور ان تمام معاملات کو شامل ہوتی ہے جو اسلامی و شرعی حکومت کے دائرے میں آتے ہیں۔[1] اسی طرح آپ کی نظر میں امام خمینی (رہ) کے پیش کئے ہوئے مفہوم ولایت فقیہ کا مطلب اسلامی حکومت ہے۔ یعنی اسلامی حکومت، دین اور شریعت کی حکومت اسی مفہوم کے مطابق سمجھی جاتی ہے۔[2]

۲-۳-مصلحت کے مطابق مال و ثروت پر اسلامی حکمراں کی ولایت: آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں ولایت مطلقہ فقیہ کے اختیارات بہت وسیع ہیں جن کی بناء پر وہ معاشرے کی مصلحتوں اور فلاح و بہبود کے لئے معاشرے کے عمومی اور انفرادی وسائل اور مال و ثروت استعمال کر سکتا ہے۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں: اسلامی حکمراں ملک کے عمومی معاملات کے لئے لوگوں کے وسائل مصلحت اور ضرورت کے مطابق اپنے اختیار میں لے سکتا ہے۔ جس اسلام نے حکمراں کے لئے بہت سی شرطیں رکھی ہیں جیسے با اخلاق ہو، عادل ہو، مفید ہو، اسلام کو پہچانتا ہو، خدا کا بندہ ہو، حرام انجام نہ دے، سارے واجبات انجام دے، اسی اسلام نے حکمراں کو یہ اختیارات بھی دیئے ہیں۔ اسلامی حکمراں بہت وسیع اختیارات کا مالک ہے جن کی بناء پر وہ معاشرے میں موجود وسائل، چاہے وہ لوگوں کے پاس ہوں یا عمومی مال و ثروت میں سے ہوں ان سب کو معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔[3]

۱۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۱: ۲۷۸
۲۔ ۱۳۷۸/۱۱/۴
۳۔ ۱۳۶۳/۱۰/۷

۳-۳- تضاد کی صورتحال میں اسلامی احکام کی تشخیص اور ان کا نفاذ: میدان عمل میں احکام کے تضاد پر توجہ اور اہم حکم کی تشخیص بھی ولایت مطلقہ فقیہ کے دائرۂ اختیارات میں آتی ہے۔ فقط وہ ایسی صورتحال کی تشخیص کر سکتا ہے اور ضرورت پڑنے پر حکومتی حکم صادر کر سکتا ہے۔ اس کی نظر میں ولایت فقیہ کے مطلقہ ہونے کا مطلب احکام کی تبدیلی نہیں ہے۔ اس لئے وہ فرماتے ہیں: دو حکم کے ٹکرانے کی صورت میں فقیہ زیادہ اہم حکم کو دوسرے پر ترجیح دے گا۔ البتہ اہم حکم کی پہچان سب کا کام نہیں ہے۔ کوئی ایسا شخص ہو جو فقہ کی وسعت سے واقف ہو اور مصلحتوں کو جانتا ہو۔ صرف فقہ کو جاننے والا اور فقیہ ہونے کی بنیاد پر وہ تشخیص نہیں کر سکتا ہے۔ شاید ایسے فقہاء بھی ہوں جو عصری مسائل سے واقف نہ ہوں، ایک حکم کی دوسرے حکم پر ترجیح کو نہ سمجھ سکیں، ایسے لوگ یہ کام نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن اسلامی معاشرے میں ولی امت، قائد ملت، فقیہ، بصیر، عادل اور خواہشات نفس کی پیروی نہ کرنے والا مسلمانوں کی مصلحتوں پر نظر رکھتا ہے۔ دو واجب شرعی ہیں، یا ایک واجب اور دوسرا حرام ہے، یا ایک واجب اور ایک مباح ہے – احکام شرعی میں مباح کو مباح ہی رہنا چاہئے، مباح کو غیر مباح نہیں بنایا جاسکتا ہے – لیکن جہاں پر تضاد اور ٹکراؤ کی صورتحال ہو وہاں پر فقیہ کسی دوسری مصلحت کی وجہ سے مباح کو حرام یا واجب کو حرام یا حرام کو واجب قرار دے دیتا ہے۔ یہ در حقیقت ایک حکم شرعی کے زیادہ اہم ہونے کی وجہ سے اسے دوسرے حکم شرعی پر ترجیح دینا ہے۔ یہ احکام ولائی ہیں۔ یعنی احکام ولائی اور مصلحت کے مد نظر دیا گیا ولی فقیہ کا حکم در حقیقت فقہ کا احیاء ہے۔ فقہ پامال نہیں ہوئی ہے بلکہ فقہ زندہ کی گئی ہے کیونکہ جس حکم کو ترجیح دی جاتی ہے اور اسے نافذ کیا جاتا ہے وہ بھی فقہی حکم ہے۔[1]

۴-۳- قاعدۂ اہم و مہم کا نفاذ: آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں احکام کے عملی تضاد کی تشخیص اور حکم حکومتی کے نفاذ کے علاوہ احکام میں قاعدۂ اہم و مہم نافذ کرنا بھی ولایت مطلقہ فقیہ کے اختیارات میں سے ہے۔ اس لئے آپ اپنے بیانات میں تاکید کرتے ہیں کہ حکومتی احکام عظیم اسلامی فقہ کے دائرے سے باہر نہیں ہیں۔ یہ سمجھنا غلط ہے کہ کوئی صرف توضیح المسائل پڑھ کر فقہ کے مختلف احکام اور ان میں سے زیادہ اہمیت اور کم اہمیت والے احکام کی تشخیص کر سکتا ہے۔ فقیہ اسلامی احکام سے واقف ہے، وہ فقہی احکام میں سے قاعدۂ اہم و مہم کی تشخیص کر سکتا

۱۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۱: ۲۸۱، ۱۳۶۶/۱۲/۷

ہے۔ وہ ان سب کو پرکھ سکتا ہے اور یہ سمجھ سکتا ہے کہ ان میں سے کون سا حکم زیادہ اہم ہے۔ یہ ولی فقیہ کا خصوصی اختیار ہے۔[۱]

۵-۳-اسلامی نظام کی مصلحتوں کی تشخیص: امام خمینی(رہ) کی مانند آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی افکار میں اسلامی نظام اور معاشرے کی مصلحتوں پر توجہ دینا اور ان کا پابند ہونا بھی ولایت مطلقہ فقیہ کے اختیارات میں سے ہے۔ ان کی نظر میں مصلحت کی تشخیص یا ولی فقیہ کی ذمہ داری ہے یا اس کی ذمہ داری ہے جو اسے منصوب کر رہا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ احکام شرعی میں ہر ایک یہ کہنے لگے کہ میں مصلحت نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ کام انجام پائے۔ اس لئے یہ حکم فی الحال معطل رہے گا اور جس چیز کی مصلحت ہے اسے حکم خداوندی کے عنوان سے انجام دیا جائے گا۔ ایسا نہیں ہے اور یہ اختیار کسی کو نہیں ہے سوائے ولی فقیہ کے یا جو ولی فقیہ کو معین کرے۔[۲]

۶-۳-قوانین کا مکمل نفاذ: آیت اللہ خامنہ ای آمریت اور استبداد کو رد کرتے ہوئے ولایت مطلقہ فقیہ کے پیرو قانون ہونے پر تاکید کرتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر آپ کی نظر میں ولایت فقیہ کے مطلق ہونے کا مطلب ہر قانون کے مکمل نفاذ کا اختیار ہے۔ بعض افراد یہ سمجھتے ہیں کہ آئین میں ولایت مطلقہ فقیہ کا مطلب یہ ہے کہ قائد مطلق العنان ہے اور اس کا جو دل چاہے وہ انجام دے سکتا ہے۔ ولایت مطلقہ کا مطلب ھر گز یہ نہیں ہے۔ قیادت کو ہر قانون نافذ کرنا اور ان کا احترام کرنا چاہئے۔ البتہ کچھ موقعے ایسے آتے ہیں جہاں پر ذمہ دار حضرات اگر صرف قانون پر عمل کریں تو مشکل سے دوچار ہو جائیں گے۔ بشری قانون ایسا ہی ہے۔ آئین نے ایک راہ حل رکھا ہے اور کہا ہے کہ جن جگہوں پر ذمہ دار حضرات ٹیکس، خارجہ سیاست، تجارت، بزنس یا یونیورسٹی کے متعلق فلاں قانون کے نفاذ میں مشکل کا شکار ہو جائیں اور کوئی راہ حل نہ ہو تو قائد مرجع ہے۔ کیونکہ پارلیمنٹ بھی ایسی نہیں ہے کہ آپ آج کوئی درخواست دیں اور وہ کل آپ کو فیصلہ سنا دے اور اسے پاس کر دے۔ ایسی صورتحال میں فقیہ تحقیق کرے گا، غور و فکر کرے گا اور اگر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ کام ہونا لازمی ہے تو اسے انجام دے گا۔ جن جگہوں پر ملکی پیمانے کے بڑے مسائل ہیں وہاں "مجمع تشخیص مصلحت نظام" کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ ولایت

۱۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۱: ۲۸۲-۲۸۳، ۱۳۶۶/۱۲/۷

۲۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۹۱: ۲۸۲-۲۸۳، ۱۳۶۶/۱۲/۷

مطلقہ کا مطلب یہ ہے۔ ورنہ رہبر، صدر مملکت، وزراء اور نمائندے سبھی قانون کے سامنے تسلیم ہیں اور ان کو تسلیم بھی رہنا چاہئے۔[۱]

۷-۳-خدائی ولایت: آیت اللہ خامنہ ای ولایت فقیہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اس کے خدائی ہونے کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: در حقیقت ولی فیقہ کی ولایت اور حکمرانی، اسلامی فقہ کی ولایت و حکمرانی ہے، دین خدا کی ولایت و حکمرانی ہے، معیاروں اور اقدار کی ولایت و حکمرانی ہے۔ یہ کسی شخص کی ولایت و حکمرانی نہیں ہے۔یعنی خود ولی فقیہ بھی ایک شخص کی حیثیت سے اپنا حکم ماننے کا ذمہ دار ہے۔ ان احکام کی پیروی سب کے لئے واجب ہے یہاں تک کہ خود ولی فقیہ کے لئے بھی واجب ہے۔ ولایت فقیہ کا دائرہ اتنا وسیع اور عظیم ہے جو ولایت خدا پر منتہی ہوتا ہے یعنی ولایت فقیہ کی بنیاد، ولایت خدا اور ولایت پیغمبر ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو پیغمبر سے ان کے معصوم اوصیاء اور ان کے ذریعہ امت کے علماء، فقہاء اور ان شرائط کے حامل افراد تک پہنچی ہے۔ اس لئے اس کے اختیارات اتنے وسیع ہیں۔ اسلامی معاشرے میں ولایت فقیہ کا مطلب یہ ہے۔[۲] اس لئے آپ کی نظر میں بھی ولی فقیہ کو پیغمبر (ص) اور ائمہ (ع) کے اختیارات حاصل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ولایت فقیہ کے منصب کو ایک قانونی منصب سمجھتے ہیں جس کو سنبھالنے والے شخص پر بھی اس کی پیروی لازم ہے۔

۸-۳-ولایت مطلقہ فقیہ اور آمریت میں تضاد: آیت اللہ خامنہ ای ولایت مطلقہ فقیہ اور آمریت کو برابر سمجھنے والوں کو جواب دیتے ہوئے فقیہ کے عادل ہونے کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور اسے آمریت کے مقابلے میں جانتے ہیں۔ اسی طرح ولایت مطلقہ میں اطلاق کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: دشمن ولایت مطلقہ کو آمریت کے معنی میں سمجھتے ہیں یعنی فقیہ عادل کا جو دل چاہے وہ کرے۔ خود اس مفہوم میں تضاد پوشیدہ ہے۔ اگر وہ عادل ہے تو آمر نہیں بن سکتا ہے اور اگر آمر ہے اور جو دل چاہے وہ کرتا ہے تو عادل نہیں ہے۔ دشمن یہ بات نہیں سمجھتے ہیں۔ ولایت مطلقہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فقیہ کا جو دل چاہے وہ کر سکتا ہے۔ اسے جیسے ہی یہ احساس ہو کہ فلاں کام ہونا چاہئے وہ انجام دے دے، ایسا نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نظام حکومت کو اپنے ہاتھ میں لینے والے کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں تاکہ وہ لازمی جگہوں پر معاملات کی اصلاح یا ان میں ترمیم کرے۔ البتہ یہاں پر یہ خطرہ بھی ہے جس سے پرہیز کرنا چاہئے کہ ہم یہ نہ سمجھیں کہ یہ نرمی بیرونی عوامل کے دباؤ کے تحت اور مغربی

۱۔ ۲۶/۹/۱۳۸۲

۲۔ ۲/۱۱/۱۳۶۶

رجحانات کی سمت میں ہوسکتی ہے۔ بعض افراد سمجھتے ہیں کہ نرمی کا مطلب یہ ہے کہ اگر قصاص کے معاملے میں ہم پر دباؤ ڈالیں، دیت کے مسئلہ میں ہم پر دباؤ ڈالیں، اسی طرح دوسرے معاملات میں ہم پر دباؤ ڈالیں تو ہم تسلیم ہو جائیں۔ نرمی کا مطلب یہ نہیں ہے۔ یہ انحراف ہے۔ باہری میڈیا، اسلامی نظام کے خلاف ہمیشہ آمادہ رہنے والے دشمنوں کے پروپگینڈے، ان کی پالیسیوں اور اعتراضات کا رخ اگر فلاں حکم یا اصول کی طرف ہو اور وہ شور شرابہ کرنے لگیں تو ہم اسلامی قوانین میں نظر ثانی کرنے لگیں تا کہ دنیا کے موافق ہو جائیں۔ نہیں یہ غلطی ہے۔ یہ انحراف ہے۔ اس انحراف کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔[1]

۹-۳- دیگر عہدیداروں کے معاملات میں دخل اندازی کیے بغیر اعلی سطح پر نگرانی: ولایت مطلقہ فقیہ کے اختیارات میں سے نظام حکومت کو چلانا ہے۔ البتہ نظام چلانے کا مطلب بلاواسطہ انتظامی امور سنبھالنا نہیں ہے بلکہ اقدار کے لحاظ سے انتظامی امور سنبھالنا اور ملک کی اصلی سمت اور راستہ کو معین کرنا ہے۔ ایسی صورت میں ولایت مطلقہ فقیہ نظام کا راستہ معین کرنے کے ساتھ ارکان حکومت کا نگراں بھی ہے۔ البتہ اس کا مطلب ارکان حکومت اور دوسرے عہدیداروں کے معاملات میں دخل اندازی نہیں ہے بلکہ ولایت مطلقہ فقیہ کی ذمہ داری قیادت اور ہدایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ایک مسئلہ رہبری کا ہے۔ یہ اسلامی جمہوریہ میں ہے اور دنیا میں رائج نہیں ہے۔ ہمارے عظیم الشان امام راحل نے جس ولایت فقیہ کو بیان کیا، نافذ کیا اور وہ خود اس کا مکمل مظہر تھے، اسکا مطلب ایک زندہ اور ترقی پذیر قیادت ہے۔ امام خمینی نے ایک تعبیر استعمال کی: ولایت مطلقہ فقیہ۔ بعض افراد نے مغالطے کا سہارا لے کر اس مفہوم کے غلط معنی اور اسکی غلط تفسیر کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا کہ ولایت مطلقہ کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ کے نظام میں رہبر تمام قوانین سے آزاد اور بالاتر ہے۔ ایک ایسے گھوڑے کی مانند ہے جس کی مہار کسی کے ہاتھ میں نہ ہو اور وہ جہاں چاہے چلا جائے جو کام چاہے انجام دے دے۔ جبکہ بات یہ نہیں ہے۔ امام خمینی خود دوسروں سے زیادہ قوانین، اصول اور چھوٹے چھوٹے شرعی احکام کی پابندی کرتے تھے۔ یہ قائد کی ذمہ داری ہے۔ اسلامی جمہوریہ کے نظام میں اگر رہبر کے پاس قیادت کی شرطیں نہ رہیں تو وہ دوسروں کے معزول کرنے کا محتاج نہیں ہے بلکہ جس میں بھی یہ شرطیں نہیں ہوں گی وہ خود بخود معزول ہو جائے گا۔ یہ بہت اہم ہے۔[2]

۱۔ ۱۳۹۰/۶/۱۷

۲۔ ۱۳۹۰/۷/۲۴

قیادت ایک طرح کا انتظامی کام ہے لیکن قائد ناظم نہیں ہے۔ آغاز انقلاب سے آج تک یہ غلط فہمی رہی ہے اور بعض پروپیگنڈوں میں بھی اسے پیش کیا جاتا ہے۔ رہبر معاملات کو بلاواسطہ انجام نہیں دے گا وہ نفاذ کا کام نہیں کرے گا۔ قوانین نافذ کرنے اور ان کو عملی جامہ پہنانے والے معین ہیں۔ انتظامی امور کی ذمہ داری کے ضابطے معین ہیں۔ اس کے عہدیدار معین ہیں۔ عدالتی نظام میں سب کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ قانون سازی میں بھی سب معین ہیں۔ رہبر ان سب کی نگرانی کا کام انجام دیتا ہے۔ یعنی اس نظام کی مجموعی پیشرفت پر نظارت کرتا ہے۔[۱]

درحقیقت رہبریت، اقدار کی سطح پر عالی رتبہ قیادت ہے۔ کبھی کبھی دباؤ، سختیاں اور ضرورتیں بعض منتظمین کو غیر ضروری یا غلط نرمی دکھانے پر ابھارتی ہیں۔ قائد کو متوجہ رہنا چاہئے۔ اسے ایسا نہیں ہونے دینا چاہئے۔ یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے۔ یہ انتظامی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی بھی نہیں ہے۔ اگرچہ کچھ لوگ یہ کہنا پسند کرتے ہیں کہ فلاں فیصلے رہبر کی رائے کے بغیر نہیں لیے جاتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ مختلف جگہوں کے عہدیداروں کی معین ذمہ داریاں ہیں جیسے اقتصادی، سیاسی اور سفارتی معاملات میں۔ اسی طرح مجلس عاملہ کے اراکین اپنے اپنے میدانوں میں اور عدالتی نظام کے ذمہ دار اپنے معاملات میں خاص ذمہ داریاں رکھتے ہیں۔[۲]

ان سب میں رہبر کو نہ تو دخل اندازی کا حق ہے اور نہ ہی وہ دخل اندازی کر سکتا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اقتصادی معاملات میں بہت سے فیصلے ایسے لئے جائیں جس کو رہبر قبول نہ کرتا ہو لیکن وہ دخل اندازی نہیں کرے گا۔ اس کام کے اپنے ذمہ دار ہیں جن کو اپنی ذمہ داری پر عمل کرنا چاہئے۔ البتہ جس جگہ پر کوئی حکمت عملی انقلاب کا راستہ بدل رہی ہو ایسی جگہ پر رہبر کی ذمہ داری ہے۔ رہبر کے فیصلے اور عمل میں عقل کی پابندی اصولوں کے ہمراہ ہونی چاہئے۔ حقیقت بینی کے ساتھ ساتھ اہداف پر بھی نظر ہونی چاہئے۔ انتظامی، قانون سازی اور عدالتی نظام سنبھالنے والے مختلف ارکان حکومت، پوری دنیا کی طرح ملکی دستور کے مطابق مکمل اختیار کے ساتھ اپنی قانونی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں۔ لیکن اسلامی نظام کا راستہ مجموعی طور پر انحراف کا شکار نہ ہو اور اپنے اہداف سے دور نہ ہو۔ اگر اہداف سے دور ہو جائے تو رہبر سے سوال کرنا چاہئے۔ اسے ذمہ دار

۱۔ ۱۳۹۰/۷/۲۴

۲۔ ۱۳۹۰/۷/۲۴

ٹھہرانا چاہئے کیونکہ اس کام کو روکنا اس کی ذمہ داری ہے۔[۱] اپنے ان بیانات میں آیت اللہ خامنہ ای مختلف صاحبان منصب کے مستقل ہونے اور اپنے معاملات کے ذمہ دار ہونے پر تاکید کرتے ہیں۔ وہ ان کو ان کے معاملات میں مستقل جانتے ہیں۔ یعنی ارکان حکومت اپنے کاموں میں قانونی ذمہ داریوں کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور ان پر عمل درآمد کرتے ہیں۔ لیکن ان کی مجموعی کارکردگی پر نظر رکھنا اور ان کو انحراف سے بچانا ولایت مطلقہ فقیہ کے دائرۂ عمل میں آتا ہے۔

۱۰-۳- دوسرے اختیارات: آپ نے ولی کی جو تعریف کی ہے اس کے مطابق یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے ولی فقیہ کو "رہبر" سے تعبیر کیا ہے یعنی آپ کی نظر میں ولی فقیہ، رہبر ہے۔ کیونکہ آپ نے رہبر کی تعریف میں ولی کی تعریف بیان کی ہے اور فرمایا ہے: رہبر عوام کے ایمان، محبت، عشق اور احساسات سے نکلنے والی ایک حقیقت، شخصیت، آبرو اور عنوان ہے۔[۲] اس لئے آیت اللہ خامنہ ای کی گفتگو میں ولی فقیہ کے دوسرے اختیارات کی جانب بھی اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں مختصر طور پر ان کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے: نظام اور انقلاب کی حفاظت، نظام کا دفاع[۳] نظام کی مجموعی حکمت عملی معین کرنا[۴] دشمن کے پروپیگنڈے کے زیر اثر اگر عوام حکومتوں سے بدگمان ہوجائیں تو ان کے لئے حقائق کی وضاحت کرنا اور دشمن کی چالوں کو عیاں کرنا[۵] دشمن کی جانب سے عوام کے مختلف گروہوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی وجہ سے ان کے درمیان الف و محبت پیدا کرنا، ان کو اختلافات سے دور رکھنا[۶] اور انقلاب سے متعلق معاملات میں اظہار نظر کرنا۔[۷]

ولایت مطلقہ فقیہ اور دینی جمہوریت

آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی افکار و نظریات میں زمانۂ غیبت میں اسلامی حکومت کے متعلق بیان کئے گئے مسائل میں ولایت مطلقہ فقیہ کے ساتھ ساتھ دینی جمہوریت کا نظریہ بھی نظر آتا ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں

۱۔ ۲۴/۷/۱۳۹۰
۲۔ ۱۹/۴/۱۳۷۹
۳۔ ۱۹/۴/۱۳۷۹
۴۔ ۲۶/۹/۱۳۸۲
۵۔ ۱۹/۴/۱۳۷۹
۶۔ ۵/۹/۱۳۷۶
۷۔ ۵/۹/۱۳۷۶

زمانۂ غیبت میں اسلامی حکومت کو دینی جمہوریت کا نظام کہا جاسکتا ہے جس کی شرعیت حیثیت تین چیزوں پر ہے: اول: دینی لیاقت وصلاحیت۔ دوسرے: لوگوں کی رضایت اور ان کا انتخاب۔ تیسرے: افادیت۔ لہٰذا کسی بھی اسلامی سیاسی نظام کی شرعی حیثیت حکومت میں ان تینوں عناصر کے ایک ساتھ موجود ہونے پر منحصر ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے بھی ختم ہونے سے حکومت کی شرعی حیثیت ختم ہوجائے گی۔ یہ نظریہ ان نظریات کے مقابلے میں ہے جن میں شرعی حیثیت کا صرف ایک پہلو مد نظر رکھا گیا ہے جیسے "اسلامی حکمراں کی بلاواسطہ خدائی اور شرعی حیثیت" اور" اسلامی نظام کی جمہوری شرعی حیثیت"، ان میں سے پہلے نظریے میں صرف دینی لیاقت اور دوسرے نظریے میں صرف عوام کے انتخاب کو مد نظر رکھا گیا ہے۔[1] ان تینوں عناصر کی بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلا عنصر دینی لیاقت وصلاحیت ہے۔ اس صلاحیت کا تعلق ان خصوصیات سے ہے جو اسلام نے اسلامی حکمراں کے لئے بیان کی ہیں۔ اسلامی حکمراں میں ان معیاروں کا ہونا ضروری ہے اور انہی کے سبب اسے شرعی حیثیت ملتی ہے۔

جیسا کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں ولایت فقیہ کا مطلب کسی شخص کی ولایت وحکومت نہیں ہے بلکہ ایک معیار اور شخصیت کی حکومت ہے۔ دنیا میں حکومت کے تعلق سے موجود قوانین کے مطابق حکمرانی کے باطل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے جبکہ اس کے برخلاف اسلامی نظام میں ولی فقیہ کے عنوان سے منتخب ہونے والے کی ذمہ داریاں چونکہ معیاروں کی بنیاد پر ہے اس لئے جب اس میں یہ معیار نہیں رہ جائیں گے تو وہ خود بخود معزول ہوجائے گا۔ خبرگان کونسل کی ذمہ داری اسی مسئلے کی تشخیص کرنا ہے۔ اگر انہوں نے یہ تشخیص دیا کہ فلاں شخص میں یہ معیار نہیں ہیں تو ان کو کسی دوسرے کو ولی فقیہ معین کرنا چاہئے۔ وہ ان کے معزول کرنے کا محتاج نہیں ہے بلکہ خود معزول ہوجائے گا۔ یہ بہت اہم نکتہ ہے۔[2] آپ نے اپنے دوسرے بیانات میں بھی اس مسئلے پر تاکید کی ہے۔ بطور مثال آپ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اسلام میں عوام پر حکمرانی اور حکومت بغیر کسی معیار کے نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اتفاقی طور پر کوئی بھی آدمی لوگوں کے معاملات کو کسی بھی سطح پر اپنے ہاتھوں میں لے لے بلکہ یہ معیاروں کے تحت ہے۔ سب سے اہم کام یہ ہے کہ ان معیاروں کی رعایت کی جائے۔ البتہ ہمیشہ غلطی کا احتمال رہتا ہے۔ لیکن اسلام نے ہر سطح کے

۱۔ سعیدی، ۱۳۹۲: ۲۲۴

۲۔ ۱۳۷۷/۴/۱۲

عہدیداروں کے انتخاب کے لئے کچھ معیار اور شرطیں بنائی ہیں۔ جو کچھ ہمارے ذمے ہے وہ یہ ہے کہ ان معیاروں کی مکمل طور پر رعایت کی جائے۔[۱] اس معاملے میں آیت اللہ خامنہ ای نے ان معیاروں کے باقی نہ رہنے پر توجہ دی ہے۔ یعنی معیار اور خصوصیات باقی نہ رہنے کی وجہ سے اسلامی حکمراں کی شرعی حیثیت بھی ختم ہو جائے گی اور وہ اس منصب پر نہیں رہے گا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں: رہبر یا دوسرے میدانوں کے عہدیداروں میں اگر یہ معیار باقی نہ رہیں تو ان کی شرعی حیثیت ختم ہو جائے گی۔[۲] البتہ دین نے معیار معین کر دیے ہیں اور ان کو بنانے میں لوگوں کا کوئی کردار نہیں ہے بلکہ بقیہ دوسرے شرعی احکام کی طرح مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی چاہئے۔

آپ اس سوال کے جواب میں کہ اسلامی حکومت کی تشکیل کے کس مرحلے میں عوام کا کردار ہے، فرماتے ہیں: جہاں تک حکمراں کے معیاروں کا تعلق ہے تو یہ کہنا ہو گا کہ ولایت فقیہ کا نظریہ جسے قرآن و روایت سے استنباط کیا گیا ہے اور فقہاء کے بیانات میں بھی اس کی نشاندہی کی گئی اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ موضوع شریعت میں بیان ہوا ہے اور شرعی حکم ہے۔ شارع نے معیار بیان کر دیئے ہیں۔ اس لئے اس مرحلے میں عوام کا کردار وہی ہے جو دوسرے شرعی احکام میں ہے۔ شارع مقدس نے اس معاملے کی وضاحت کر دی ہے اور معیار معین کر دیئے ہیں۔ یہاں پر عوام کا کردار اس حکم اور دینی موضوع کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ اس مرحلے میں حکمراں کے لئے معیار معین کئے گئے ہیں کہ حکمراں کو عالم، فقیہ اور عادل ہونا چاہئے۔[۳] اسی طرح آپ اسلام کے سیاسی مکتب فکر کے مطابق فقاہت، عدالت اور درایت کو اہم معیار شمار کرتے ہیں۔ آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں اسلام کے سیاسی مکتب فکر میں قیادت اور ولایت فقیہ کے معیار دینی اور روحانی ہیں۔ علم، آگہی لاتا ہے، تقوی، شجاعت لاتا ہے اور درایت ملک و قوم کی مصلحتوں کا خیال رکھتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی معیار نہ رہے اور ملک کے سارے عوام اس کے حامی ہوں تب بھی قیادت کے لئے اس کی اہلیت ختم ہو جائے گی۔[۴]

۱۔ ۱۳۸۱/۱۲/۱۳
۲۔ ۱۳۸۳/۶/۳۱
۳۔ ۱۳۷۶/۱۱/۱۵
۴۔ ۱۳۷۱/۳/۱۴

آیت اللہ خامنہ ای کے نظریات اور بیانات میں منصب حکومت پر فائز ہونے کے لئے شرعی حیثیت کے پہلے عنصر یعنی صلاحیت پر گفتگو ہونے کے بعد دوسرے عنصر یعنی عوام کی مرضی اور ووٹ کو شرط کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے۔ دوسرا عنصر یعنی عوام کی مرضی اور خواہش ولایت مطلقہ فقیہ اور دینی جمہوریت میں رابطہ برقرار کرنے والا عنصر ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای نے اپنے بیانات میں حکومت میں عوام کے کردار پر تاکید کی ہے اور اپنے مختلف بیانات میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔

آپ منصب حکومت تک پہنچنے کے لئے طاقت کے استعمال کی ممنوعیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: امیر المومنین کے نظریات میں زبردستی غلبہ حاصل کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ خود کو برحق سمجھتے تھے لیکن پھر بھی الگ ہو گئے یہاں تک کہ لوگ خود آئے اور انہوں نے اصرار کیا۔ اس وقت آپ آئے اور آپ نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ انہوں نے خود کہا کہ اگر لوگ نہ آئے ہوتے، لوگ اصرار نہ کرتے اور اگر لوگ اتنی سنجیدگی سے یہ مطالبہ نہ کرتے تو مجھے اس کام سے بالکل دلچسپی نہیں تھی۔[1] اس بناء پر دینی لیاقت و صلاحیت کا مالک حکمران اگر حضرت علی(ع) کے جیسی شخصیت بھی ہو تب بھی وہ عوام کی مرضی اور خواہش کی بناء پر اپنے ہاتھ میں طاقت لیتی ہے۔ اسی مسئلے میں آیت اللہ خامنہ ای کے ایک دوسرے بیان میں یہ ہے کہ:

اسلامی جمہوریہ میں عوام کے معاملات میں دخل اندازی کرنے والے سارے عہدیدار باواسطہ یا بلاواسطہ عوام کے منتخب کئے ہوئے ہیں یہاں تک کہ خود رہبر بھی ان کا منتخب کیا ہوا ہے۔ یعنی اسلامی نظام میں، صرف معیار ہونا کافی نہیں ہے بلکہ عوام کے انتخاب کی بھی شرط ہے اور لوگوں کے انتخاب کے بغیر قیادت ممکن نہیں ہے۔[2] اسی طرح آپ دوسرے بیان میں معیاروں اور عوام کے ووٹ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے آمرانہ حکومت کے بارے میں فرماتے ہیں: عوام کا ووٹ فیصلہ کن ہے لیکن اس شخص کے لئے جس میں لازمی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر اس شخص میں لازمی معیار نہ ہوں تو صرف انتخابات اس کو شرعی حیثیت نہیں دے سکتے ہیں۔ صلاحیتوں کے بعد ہمارے قبول کرنے کا مرحلہ آتا ہے۔ اگر ان معیاروں کے باوجود عوام اسے نہ مانے تب بھی اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ اسلام میں جابرانہ حکومت کا کوئی تصور نہیں ہے۔[3] آپ اپنے متعدد بیانات میں نظام کی

۱۔ ۳۰/۶/۱۳۸۱

۲۔ ۱۳/۱۱/۱۳۷۰

۳۔ حیدری، ۱۳۸۲: ۲۶

قیادت میں عوام کے ووٹ اور عوام کی نظر میں مقبولیت کی اہمیت بیان کرتے ہیں۔ آیت اللہ خامنہ ای عوام کے ووٹ کو نظام کی شرعی حیثیت کا ایک رکن جانتے ہیں اور فرماتے ہیں: ... اصلی بنیادیں تقوی اور عدالت ہیں۔ البتہ عوام کے ووٹ اور ان میں مقبولیت کے بغیر تقوی اور عدالت بھی کارآمد نہیں ہوں گے۔ اس لئے عوام کا ووٹ بھی ضروری ہے۔ اسلام عوام کے ووٹ کی اہمیت کا قائل ہے۔[۱]

آپ دوسری جگہ فرماتے ہیں: اگر دو لوگ ایسے ہوں جن میں لازمی معیار پائے جاتے ہوں۔ ایسی صورت میں جو عوام کی نظروں میں مقبول ہے وہ حکمراں بنے گا۔ اس لئے عوام کا قبول کرنا حکمرانی کی شرط ہے... اگر لوگ کسی ایسے شخص کو نہ پہچانتے ہوں تو امت کے باخبر افراد کوشش کریں اور کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے کے بعد لوگوں کے سامنے پہچنوائیں۔ اس صورت میں پہلے باخبر افراد عوام کے نمائندے ہوں گے۔ دوسرے مرحلے میں عوام باخبر افراد کے پہچنوانے کے بعد اُس کو قبول کرے گی تو وہ امام اور رہبر ہو گا۔[۲]

آپ حکومت کے دوسرے کارکنوں کے لئے بھی ووٹ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قانون نے رہبر، صدر جمہوریہ، تینوں ارکان حکومت کے عہدیداروں اور انتظامی امور کے مختلف ذمہ داروں سے لے کر بلدی مجلس، گاؤں اور دوسری جگہوں کے لئے ضابطے معین کر دیئے ہیں۔ یہ ضابطے اسلامی فکر اور نگاہ سے ماخوذ ہیں۔ ... پہلے یہ تشخیص دی جانی چاہئے کہ فلاں شخص میں یہ شرطیں پائی جاتی ہیں اس کے بعد وہ لوگوں کا ووٹ حاصل کرنے کے لئے سامنے آسکے گا۔ معیار عوامی ووٹ ہیں۔[۳] آپ کی نظر میں اگر عوام کسی حکومت کو پسند نہ کرے تو ایسی حکومت اپنی شرعی حیثیت کھو دے گی۔[۴]

نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف ولایت مطلقہ فقیہ میں وسیع اختیارات اور دوسری طرف اسلام میں انسانوں کے عزت و شرف کو مد نظر رکھتے ہوئے ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ عام لوگ ولایت مطلقہ فقیہ کے نظام میں کس طرح اپنا کردار ادا کریں گے؟ ولایت مطلقہ فقیہ اور آمریت کو یکساں سمجھنے کی غلط فہمی سے بچانے کے لئے اس سوال کا جواب ضروری ہے۔ جیسا کہ ولایت مطلقہ فقیہ اور عوامی مقبولیت کے متعلق آپ کے بیانات میں ملاحظہ کیا گیا کہ

۱۔ ۲۶/۹/۱۳۸۲

۲۔ ۱۴/۵/۱۳۶۲

۳۔ ۱۳/۱۲/۱۳۷۷

۴۔ ۴/۱۲/۱۳۷۷

آپ کی نظر میں ولایت فقیہ اور آمریت اور مطلق العنان حکمرانی میں فرق ہے۔ اسی لئے آپ مختلف جگہوں پر نظام میں عوام کے کردار پر زور دیتے ہیں۔ آیت اللہ خامنہ ای نے دینی جمہوری نظام کی گفتگو کرکے اس سوال کا جواب دیا ہے اور آمریت کی دخل اندازی کا انکار کیا ہے۔ آپ کے بعض بیانات میں عوام کے کردار کی جانب اشارہ کیا گیا ہے: مجلس عاملہ، مقننہ اور قیادت کے معاملے میں عوام کا کردار واضح طور پر محسوس ہوتا ہے۔[۱]

آیت اللہ خامنہ ای حکومت کے تمام شعبوں میں عوام کے کردار کو مضبوط اور بامقصد جانتے ہیں یعنی ایسی حکومت میں حکمراں، رائج نظام اور قوانین کی بنیاد عوام کا ایمان اور عقیدہ ہے۔[۲] آپ کی نظر میں اسلامی معاشرے میں ولی فقیہ کے انتخاب کے دو راستے ہیں: پہلا عوام کی یقینی اکثریت یعنی" ایسی اکثریت جس کے مقابلے اقلیت بہت معمولی ہوتی ہے"۔[۳] دوسرا "عوام کے منتخب کئے ہوئے لوگ جو ہمارے ملکی دستور میں خبرگان کونسل کی صورت میں ہیں"۔[۴]

اسی طرح آپ فرماتے ہیں کہ عوام خبرگان کونسل کے ذریعہ بالواسطہ رہبر کا انتخاب کرتی ہے۔[۵] بطور خلاصہ ولایت وامامت کی بناء پر چلنے والے اسلامی نظام میں عوامی ہونے کا مطلب فکری اور اجتماعی دونوں میدانوں میں عوام کی فعال شرکت ہے۔[۶]

آپ دینی جمہوریت کا نظریہ پیش کرکے واضح طور پر عوام کا کردار بیان کرتے ہیں۔ آپ متعدد جگہوں پر حکومت کے عوامی ہونے پر گفتگو کرتے ہیں اور حکومت میں عوام کے کردار کے دو مفہوم بیان کرتے ہیں- حکومت کے عوامی ہونے کے دو معنی ہیں: ۱- عوام حکومت کی تشکیل، اسے چلانے حکمراں کو معین کرنے اور شاید حکومتی اور سیاسی نظام کو معین کرنے میں کردار ادا کرتے ہیں۔ ۲- اسلامی حکومت عوام کی خدمت کے لئے ہے۔ اسلامی حکمراں کے لئے عوام کے مفادات اہم ہیں نہ کہ خاص افراد اور کسی خاص طبقے کے مفادات۔ جب تک پہلے معنی

۱۔ ۱۳/۱۲/۱۳۷۰

۲۔ ۲۳/۱/۱۳۶۴

۳۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۸۷: ۱۰۸

۴۔ حسینی خامنہ ای، ۱۳۸۷: ۱۰۸

۵۔ ۱۵/۱۱/۱۳۷۶

۶۔ ۱۱/۶/۱۳۶۷

کے اعتبار سے عوامی حکومت تشکیل نہ پائے اور عوام کا حکومت میں کوئی کردار نہ ہو تب تک یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ حکومت عوامی ہے اور عوام کی خدمت کے لئے ہے۔

مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ رہبر کی نظر میں دینی جمہوری حکومت میں مذکورہ دو معنی کے علاوہ مزید دو خصوصیتیں ہونی چاہئیں: حکومت کا ملک کی ترقی کے لئے عوامی افکار سے استفادہ اور عوام کو ہمیشہ علم و آگاہی سے آراستہ کرنا۔[۱] اسی طرح آپ بیان کرتے ہیں: حکومت عوام کی کارکن ہے، عوام کی خدمتگزار اور نمائندہ ہے۔ اصلی حق عوام کے پاس ہے۔[۲] لیکن قابل توجہ بات یہ ہے کہ آپ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ "دینی جمہوریت کی حقیقت یہ ہے کہ یہ نظام، خدائی ہدایت اور عوامی ارادے سے آگے بڑھے۔"[۳] لہٰذا دینی جمہوری نظام کی شرعی حیثیت کا سرچشمہ خدائی ارادہ ہے۔

آپ کے بیانات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ولایت مطلقہ فقیہ کے نظام میں عوام کو نہ صرف یہ کہ نظر انداز نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ان کے پاس اپنی تقدیر طے کرنے کا بھی حق ہے۔ عوامی ووٹ کی اہمیت ان کے انسانی شرف و عزت کے مطابق ہے۔ آپ کے بعض بیانات میں ہے کہ" انسانی عزت و شرف کے مطابق عوامی ووٹ خداوندعالم کے نزدیک قابل اعتبار ہیں۔ اسلام میں انسانوں پر کسی طرح کی ولایت و حکمرانی قابل قبول نہیں ہے۔(اس کے قابل قبول ہونے کی صرف ایک صورت یہ ہے کہ) اسے خدا معین کرے۔[۴] دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں: (انسان کے) باعظمت اور ذی قیمت ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشرے اور انسانوں کی تقدیر طے کرنے میں عوام کے ووٹ، بنیادی کردار ادا کریں۔[۵]

اسی طرح آپ کے بیان کئے ہوئے ولایت کے معنی کی بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ولایت کے معنی و مفہوم کو بیان کرنے میں آپ کی تاکید ولی اور عوام کے رابطے پر ہے۔ ولایت کے حصے میں اس موضوع سے متعلق آپ کے مختلف بیانات پیش کئے گئے جیسے :ولایت، محبت کے معنی میں ہے کیونکہ محب اور محبوب ایک دوسرے سے

۱۔ ۱۳۶۲/۵/۱۴
۲۔ ۱۳۸۳/۴/۷
۳۔ ۱۳۸۰/۸/۲۰
۴۔ ۱۳۸۲/۹/۲۶
۵۔ ۱۳۸۳/۳/۱۴

روحانی رابطہ رکھتے ہیں اور ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں ہے...۔[1] آیت اللہ خامنہ ای عید غدیر کی مناسبت سے کی گئی تقریر میں اسلامی نقطۂ نظر سے ولایت، والی، ولی اور مولا کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد واضح انداز میں بیان کرتے ہیں کہ ولایت الٰہی کا حقیقی پہلو عوام سے رابطہ ہے۔[2]

تیسرا عنصر یعنی افادیت بھی ولایت مطلقہ فقیہ اور جمہوریت کے رابطے کو بیان کرتی ہے۔ جیسا کہ عوامی ووٹ اور ان کے مطالبے کے متعلق دوسرے عنصر میں بیان کیا گیا کہ اسلامی نظام کے سارے ذمہ دار افراد اسلامی حکومت کے اہداف و مقاصد حاصل کرنے کی راہ میں فرائض انجام دینے کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔ اس لئے ذمہ دار حضرات کی افادیت بھی عوام کے اسلامی نظام اور اسلام پر اعتماد کا سبب بنے گی۔ آیت اللہ خامنہ ای نے اس موضوع میں کچھ ہدایات دی ہیں: ... ہر سطح کے ذمہ دار حضرات سے عوام کی توقع یہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں پر عمل کریں اور اپنے ذمہ موجود فرائض انجام دیں۔ حکومت کی افادیت کا مطلب یہ ہے۔ اگر عوام ذمہ دار حضرات میں یہ افادیت دیکھیں گے تو اسلامی نظام اور اسلام پر ان کا یقین روز بروز بڑھتا جائے گا۔[3] ذمہ دار حضرات اور نظام کی عدم افادیت ظاہر ہونے میں عوام کا کردار قابل توجہ ہے۔ عدم افادیت، عوامی مقبولیت کا سبب نہیں بنے گی جس کا نتیجہ شرعی حیثیت کا ختم ہونا ہے۔

امام خمینی(رہ) کی جانب سے افادیت کے پس منظر میں ولایت فقیہ کے موضوع پیش کرنے کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ نظریہ ایسے حالات میں پیش کیا گیا جب قانونی تعطل کے حالات درپیش تھے اور جنگ کے حساس زمانے میں اسلامی حکومت، عدم افادیت کے خطرے سے روبرو تھی۔ اس لئے امام خمینی(رہ) کے بیانات کی بناء پر آپ کے کلام میں بحران افادیت کا انکار نظر آتا ہے۔[4] اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آیت اللہ خامنہ ای بھی امام خمینی(رہ) کی مانند نظام کی شرعی حیثیت میں افادیت کے پہلو اور عدم افادیت کے بحران سے دوری پر توجہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ آپ اسے شرعی حیثیت کے ایک عنصر کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ اختتام پر جدول نمبر ۲ میں آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی نظریات میں ولایت مطلقہ کے اختیارات پیش کئے گئے ہیں:

۱۔ ۱۳۷۶/۲/۶

۲۔ ۱۳۷۶/۲/۶

۳۔ ۱۳۸۱/۱۲/۱۳

۴۔ سعیدی، ۱۳۹۲: ۲۶۶-۲۶۷

آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی نظریات میں ولایت مطلقہ فقیہ کا دائرۂ اختیار:

-خدائی ولایت، نبوت کا تسلسل، پیغمبر (ص) اور ائمہ (ع) کی ولایت سے ماخوذ

-قوانین کے مکمل اور صحیح نفاذ نیز اس کے احترام کی پابند

-فقہ کی حکمرانی اور خدائی قوانین کے حدود میں محدود

-عوامی فلاح و بہبود کو نظر میں رکھتے ہوئے ولایت کا نفاذ

-میدان عمل میں احکام کے تناقض کی تشخیص اور قاعدۂ اہم و مہم پر عمل

-اقدام کے زاویے سے نظام سنبھالنا اور اس کی کلی حکمت عملی معین کرنا

-حکومتی حکم صادر کرنا اور اس پر عمل کرنا

-ارکان حکومت کے معاملات میں دخل اندازی کے بغیر ان کی ہدایت اور نگرانی کرنا

-نظام کے راستے کی اصلاح اور انحراف سے روک تھام کرنا، نظام میں تفرقے سے مقابلہ کرنا

-شرعی حیثیت کا تین عنصر؛ دینی لیاقت و صلاحیت، عوامی مقبولیت اور افادیت پر منحصر ہونا

نتیجہ:

پیش نظر مضمون اس سوال کے جواب کے درپے تھا کہ آیت اللہ خامنہ ای کے نظریات میں ولایت مطلقہ فقیہ کا کیا مرتبہ ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے سب سے پہلے ولایت مطلقہ فقیہ کی نظریاتی بنیادیں بیان کی گئیں۔ اس کے تعلق سے یہ بیان کیا گیا ہے لفظ اطلاق کے استعمال کا مطلب ولی فقیہ کے حدود اور اختیارات ہیں۔ اسی طرح اس موضوع میں پیش کئے گئے نظریات کی بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ولی فقیہ کو پیغمبر (ص) اور ائمہ (ع) کے اختیارات حاصل ہیں یعنی وہ اسلامی احکام و قوانین کا نافذ کرنے والا ہوتا ہے اور میدان عمل میں ان میں تناقض کی صورت میں وہ قاعدۂ اہم و مہم کے پیش نظر زیادہ اہم احکام کی تشخیص کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن شرعی قوانین ایجاد کرنے یا ان کو بالکل ختم کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے۔

اس کے بعد ولایت مطلقہ فقیہ کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے سب سے پہلے آیت اللہ خامنہ ای کے بیانات کی بناء پر ولی اور ولایت کی تعریف بیان کی گئی۔ رہبر کی نظر میں ولایت، نبوت کی گفتگو کا تکملہ ہے۔ اس کا معنی ایک عقیدے کو ماننے والے افراد کے درمیان اتصال، گہرا رابطہ، محبت اور روحانی رابطہ ہے۔ آپ نے ولایت کے دو پہلو انسان اور معاشرے پر توجہ دی ہے۔ آپ کی نظر میں ولائی معاشرے میں بشر اپنے کمال کی منزل تک پہنچے

گا۔ ولایت کے دو پہلو ہیں ایک ایجابی اور دوسرا سلبی۔ ایجابی پہلو یعنی داخلی رابطہ اور سلبی پہلو یعنی بیرونی رابطے ختم کرنا۔ آپ ولایت کو خدا سے مخصوص جانتے ہیں اور ولایت غیر خدا کو طاغوت کا نام دیتے ہیں۔ آپ ولائی نظم و ترتیب بیان کرتے ہوئے ولایت کو خدا اور اس کے منصوب کئے ہوئے لوگوں سے مخصوص جانتے ہیں۔ لہذا آپ کی نظر میں خدائی ولایت اور مادی حکومتوں کے درمیان فرق پایا جاتا ہے۔

مضمون کے باقی حصے میں ولایت فقیہ کے موضوع کے متعلق آپ کے نظریات بیان کئے گئے۔ آپ کے بیانات کی بناء پر ولی فقیہ وہ ہے جو خدا کی طرف سے نام یا خصوصیتوں کے ساتھ میں معین کیا گیا ہو۔ آپ فقاہت، عدالت اور درایت کو ولی فقیہ کی لازمی خصوصیت جانتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے بیانات کے مطابق ولایت فقیہ کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ ولایت فقیہ، خدائی ولایت کا تسلسل ہے۔ ولایت فقیہ خدائی احکام نافذ کرنے والا منصب ہے۔ ولایت فقیہ سب سے ترقی یافتہ حکومتی نظریہ ہے۔ ولایت فقیہ دین پہچاننے والوں کی حکومت ہے۔ ولایت فقیہ اسلام کی واضح تعلیمات میں سے ہے۔ ولایت فقیہ، دنیا میں رائج نظام کے مقابل ایک نیا نظریہ ہے۔ ولایت فقیہ، قانون سازی اور قوانین کے نفاذ کی شرعی حیثیت کا سبب ہے۔

اس کے بعد آپ کے نظریات میں ولی فقیہ کے دائرۂ عمل یا بہ الفاظ دیگر ولایت مطلقہ فقیہ کے مرتبے پر گفتگو کی گئی۔ اس حصے میں آیت اللہ خامنہ ای کے بیانات کے مطابق ولایت مطلقہ فقیہ کے اختیارات کو مختلف شعبوں میں بیان کیا گیا۔ اس بناء پر ولایت مطلقہ فقیہ کے مندرجہ ذیل اختیارات ہیں: فقیہ کی حکمرانی اور اختیارات کا دائرہ وہی ہے جو فقہ کی حکمرانی کا ہے اس لئے اسلامی حکمراں مصلحت عامہ کے پیش نظر انفرادی اور اجتماعی سرمائے پر ولایت رکھتا ہے۔ اسی طرح عملی میدان میں احکام کے تناقض کی صورت میں قاعدۂ اہم و مہم کی بناء پر اسلامی احکام کی تشخیص اور ان کو نافذ کرنا صرف ولی فقیہ کا کام ہے۔ نظام کی مصلحت کو تشخیص دینا بھی صرف ولی فقیہ کی ذمہ داری ہے یا جسے وہ معین کرے۔ اسلامی احکام اور قوانین کا نفاذ بھی ولی فقیہ کی ذمہ داری ہے اور خود اس کے لئے بھی ان احکام کا پاس و لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ رہبر کی نظر میں ولایت فقیہ، خدائی ولایت ہے اور فقیہ کی حکمرانی کسی فرد کی ولایت نہیں ہے بلکہ معیاروں اور اقدار کی ولایت ہے جس کی بنیاد پیغمبر (ص) اور ائمہ (ع) کی ولایت میں ہے اس لئے یہ نظام ہر طرح کی آمریت اور خود مختاری کا مخالف ہے۔

اسی طرح آپ کی نظر میں ولی فقیہ میں لازمی شرط، عدالت کی وجہ سے ولایت مطلقہ فقیہ اور آمریت میں تناقض پایا جاتا ہے۔ ولایت مطلقہ فقیہ ارکان حکومت کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتی ہے بلکہ ان پر نگرانی کرتی

ہے۔ یہ اقدار کی سطح پر عالی رتبہ قیادت ہے جو ضروری موقعوں پر اسلامی نظام کو انحرافات سے دور رکھتی ہے اور ولی فقیہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اسلامی نظام کی مجموعی پیشرفت کی نگرانی اور حفاظت کرے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ولایت مطلقہ مختلف گروہوں اور پارٹیوں کو اختلافات سے دور رکھنے اور ان کے درمیان الفت و محبت کی فضاء قائم کرنے کا سبب بنتی ہے۔

اہم موضوع یہ ہے کہ ولایت مطلقہ کے اختیارات کے پیش نظر عوام کا کیا کردار ہے؟ آیت اللہ خامنہ ای نے دینی جمہوریت کا نظریہ بیان کرکے عوام کا کردار واضح کیا ہے۔ جس کی بناء پر عوام حکومت کی تشکیل، اسے چلانے، حکمراں اور طرز حکومت کو معین کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسلامی حکومت، عوام کی خدمت کے لئے ہے اور اسے ملک کی ترقی کے لئے عوام کے افکار و نظریات سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ آپ ولایت فقیہ کی شرعی حیثیت کو دینی جمہوریت کی بناء پر تین عناصر یعنی دینی لیاقت، عوامی مقبولیت اور افادیت پر منحصر جانتے ہیں۔ ان تینوں عناصر میں سے آپ ولی فقیہ کے منصب تک پہنچنے میں عوامی مقبولیت پر بہت تاکید کرتے ہیں۔ اسی طرح عوام کو مسلسل شعور و آگاہی دینا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ آپ کی نظر میں ولایت مطلقہ فقیہ شارع مقدس کی جانب سے پیش کی گئی ہے اس لئے لوگوں کو دوسرے شرعی احکام کی مانند ہی اسے ماننا چاہئے۔

مآخذ

-ابن منظور، محمد بن مکرم (۱۴۱۸ھ)، لسان العرب، بیروت: دارالاحیاء التراث العربی

-ارسطا، محمد جواد (۱۳۷۷) مفہوم اطلاق در ولایت فقیہ، فصلنامہ علوم سیاسی، ش ۲، سال اول ۷۲-۹۰

-آذری قمی، احمد (۱۳۷۱)، ولایت فقیہ از دیدگاہ فقہای اسلام، قم، موسسہ مطبوعاتی دار العلم

-بحر العلوم، محمد بن محمد (۱۳۶۲)، بلغۃ الفقیہ، ج ۳، تہران: منشورات مکتبہ الصادق

-پایگاہ اطلاع رسانی دفتر مقام معظم رہبری (۱۳۹۴)، مجموعہ سخنرانی ھاو بیانات، Leader.ir

-پیروز مند، علی رضا (۱۳۷۸)، نظام معقول تحلیل مبنایی نظام ولایت فقیہ با نگاہی بہ نظرات متنقدین، تہران

-جوادی آملی، عبداللہ (۱۳۹۱)، ولایت فقیہ ولایت فقاہت وعدالت، قم: اسراء

- حسینی خامنہ ای، سید علی (۱۳۹۲)، طرح کلی اندیشہ اسلامی در قرآن، تہران: صہبا

-حسینی خامنہ ای، سید علی (۱۳۸۷) ہدیہ الہی، مشخصہ ہای حکومت اسلامی و ولایت فقیہ، تہران: موسسہ فرہنگی قدر ولایت
-حسینی خامنہ ای، سید علی (۱۳۹۱)، ولایت و حکومت، تہران: صہبا
-ابو القاسم حسین بن محمد، (راغب اصفہانی)، (۱۴۰۴ھ)، مفردات الفاظ القرآن، تہران: دفتر نشر کتاب
-سعیدی، مہدی (۱۳۹۲)، مردم سالاری دینی از منظر آیت اللہ خامنہ ای، تہران: مرکز اسناد انقلاب اسلامی
-محمد بن محمد بن نعمان (شیخ مفید)، (۱۴۱۰ھ)، المقنعہ، قم: انتشارات جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ
-علم الہدی، جمیلہ (۱۳۹۱)، نظریہ اسلامی تعلیم و تربیت، تہران: انتشارات دانشگاہ امام صادق (ع)
-کدیور، محسن (۱۳۸۰)، نظریہ ہای دولت در فقیہ شیعہ، تہران: نی
-کعبی، عباس (۱۳۸۰)، بررسی تطبیقی مفہوم ولایت مطلقہ فقیہ، قم: ظفر
-کواکبیان، مصطفی (۱۳۷۰)، دموکراسی در نظام ولایت فقیہ، ج۱، تہران: سازمان تبلیغات اسلامی
-مزینانی، محمد صادق (۱۳۷۷)، ولایت مطلقہ فقیہ از دیدگاہ امام خمینی (رہ) و قرائت ہای گوناگون، حوزہ، بہار، شمار ۸۵ و ۸۶، ۱۵-۶۲
-معرفت، محمد ہادی (۱۳۷۵)، ولایت فقیہ از دیدگاہ شیخ انصاری و آیت اللہ خوئی، اندیشہ حوزہ، ش۱۷، تابستان
-موسوی الخمینی، روح اللہ (۱۳۶۵)، شئوون و اختیارات ولی فقیہ، تہران: وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی
-موسوی الخمینی، روح اللہ (۱۳۷۸)، صحیفہ امام (رہ): مجموعہ آثار امام خمینی، تہران: مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، جلد ۲۰، ۱۸، ۱۰
-موسوی الخمینی، روح اللہ (۱۳۹۰)، ولایت فقیہ، تہران: عروج
-مؤسسہ اطلاعات... قانون اساسی جمہوری اسلامی ایران، تہران: اطلاعات

•❖•